Over 180K Followers

01 TO 07 SEPTEMBER, 2025 ☆☆☆ یکم تا ۷ ستمبر ۲۰۲۵ ☆☆☆

صارفین سے سرکار تک

چیف ایڈیٹر: شیخ راشد عالم

کنزیومر واچ

ایڈیٹر: نشید آفاقی

CONSUMER WATCH KARACHI

Government of Pakistan office of the Press Registrar Islamabad Registration No.2793

ڈیجیٹل سرمایہ کاری کے قوانین کو بہتر بنانا ہوگا، وفاقی وزیر خزانہ

قومی خزانے میں 3750 کھرب کی ہیر پھیر

ریکوڈک منصوبہ معدنی معیشت کیلئے ایک نیا دور

پرواز کا خواب، چین کی اُڑنے والی ٹیکسیاں

آئی ٹی آئی ایف ایشیا، پاکستان کی صنعتی ترقی کی نئی سمت

سورج کی سرگرمیاں جانچنے کیلئے ناسا نے مستقل طور پر اے آئی سے مدد حاصل کرلی

نیو یارک (کنزیومر واچ نیوز) ناسا نے حال ہی میں سورج کی سرگرمیوں کی نگرانی کے لیے اب مستقل بنیادوں پر اے آئی ٹیکنالوجی کا استعمال شروع کر دیا ہے۔ یہ نیا اے آئی ماڈل Surya ہے جسے ناسا اور آئی بی ایم نے مل کر ایک جدید اے آئی فاؤنڈیشن ماڈل کے طور پر متعارف کرایا ہے۔ اس کا نام Surya سنسکرت زبان کے لفظ سے متاثر ہو کر رکھا گیا ہے جس کا مطلب "سورج" ہے۔ یہ ماڈل شمسی طوفانوں اور فلیئرز کی پیشگوئی میں

نمایاں بہتری لائے گا۔ یہ ماڈل ناسا کے سولر ڈائنامک آبزرویٹری کے نو برس سے زائد مسلسل ریکارڈ کیے گئے ڈیٹا پر تربیت یافتہ ہے۔ Surya سولر فلیئر کو حتمی مشاہدے سے دو گھنٹے پہلے ویژول انداز میں پیشگوئی کر سکتا ہے جو روایتی طریقوں سے تقریباً 16+ زیادہ درست ہے۔ سولر اسٹورمز زمین پر سیٹلائٹس، جی پی ایس، مواصلات، توانائی نظام اور خلائی مشنز کے لیے خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔ Surya کی مدد سے ان خطرات سے پہلے متنبہ کر کے بچاؤ ممکن بنایا جائے گا۔

امریکی اسپیس فورس کیلئے نیا خلائی جہاز لانچ کر دیا

نیو یارک (کنزیومر واچ نیوز) اسپیس ایکس نے امریکی اسپیس فورس کا موجودہ خفیہ خلائی جہاز X-37B کو موڈیفائی کر کے اپنے آٹھویں مشن (OTV-8) کے لیے لانچ کر دیا ہے۔ یہ جہاز بوئینگ X-37B ہے جو برسوں سے امریکی اسپیس فورس کے زیرِ استعمال رہا ہے۔ اسپیس ایکس نے اسے فیلکن 9 راکٹ کے ذریعے 21 اگست 2025 کو فلوریڈا کے کینیڈی اسپیس سینٹر سے لانچ کیا۔ یہ مشن USSF-36 (OTV-8) کہلاتا ہے۔ اس بار اس جہاز میں لیزر کمیونیکیشن سسٹم اور کوانٹم ایز شیئل سینسر شامل ہیں تاکہ خلا میں جی پی ایس کے بغیر بھی درست نیویگیشن ممکن ہو سکے۔ X-37B نے اب تک 7 کامیاب مشنز مکمل کر لیے ہیں۔ سب سے طویل پرواز

ایک ہی بار پیٹرول بھروا کر کراچی سے اسلام آباد تک جانے والی گاڑی

کراچی (کنزیومر واچ نیوز) ڈونگ فینگ کی جانب متعارف کردہ ہائبرڈ الیکٹرک گاڑی Aeolus L8 ایک جدید پلگ-ان ہائبرڈ گاڑی ہے جو ایک ہی بار پیٹرول بھروانے پر کراچی سے اسلام آباد بغیر رُکے سفر کر سکتی ہے۔ Aeolus L8 کے پاس فیول کا اتنا وسیع رینج ہے کہ آپ اسے صرف پیٹرول موڈ پر چلا کر بھی کراچی سے اسلام آباد تک بغیر کہیں رکے یا دوبارہ ایندھن ڈلوائے لے جا سکتے ہیں۔ اس گاڑی میں (پیٹرول+بجلی) پر کُل رینج تقریباً 2,245 کلومیٹر طے کی جا سکتی ہے اور یہ ڈیٹا چائنا

آٹوموٹیو ٹیکنالوجی اینڈ ریسرچ سینٹر کے ٹیسٹ نے ثابت کیا ہے۔ یہ رینج تقریباً کراچی سے اسلام آباد کے درمیان موجود فاصلے (تقریباً 1,400 کلومیٹر) سے کہیں زیادہ ہے۔ اس گاڑی کی فیول ایفیشنسی بھی خاصی متاثر کن ہے جو کہ تقریباً 41.7 کلومیٹر فی لیٹر ہے۔ اس میں ایک الیکٹرک موڈ اور ایک پیٹرول موڈ دونوں کا امتزاج ہے اور مجموعی رینج کافی زیادہ ہے جو ایک لمبے سفر کو ممکن بناتی ہے۔

حاملہ ہونے والا دنیا کا پہلا روبوٹ

بیجنگ (کنزیومر واچ نیوز) حال ہی میں دنیا کا پہلے حاملہ روبوٹ کا تصور پیش کیا گیا ہے جو دلچسپی اور اخلاقی بحث کا محور بنا ہوا ہے۔ چین میں واقع گوانگژو کی کائیوا ٹیکنالوجی ایک ایسا انسان نما روبوٹ ڈویلپ کر رہی ہے جس کے پیٹ میں مصنوعی رحم نصب ہوگا۔ اس منصوبے کا مقصد ایک انسان نما روبوٹ میں بجائے رحم کے، حمل سے لے کر ولادت تک کے تمام مراحل کو انجام دینا ہے۔ روبوٹ ایک مصنوعی مادہ سیال میں جنین کو پالے گا، جس کو ٹیوب کے ذریعے غذائیت اور آکسیجن فراہم کی جائے گی، بالکل فطری رحم میں ہونے والے عمل کی طرح۔ اس حاملہ روبوٹ کا پروٹوٹائپ 2026 تک متعارف کرانے کا اہتمام ہے جس کی قیمت تقریباً 100,000 یوآن (14,000 ڈالرز) ہوگی۔ اس منصوبے نے چین میں بانجھ پن کا بڑھتا ہوا مسئلہ مدنظر رکھتے ہوئے شہرت حاصل کی ہے لیکن ساتھ ہی یہ متعدد اخلاقی، قانونی اور سماجی مسائل کے حوالے سے موضوعِ بحث بھی بن رہا ہے۔

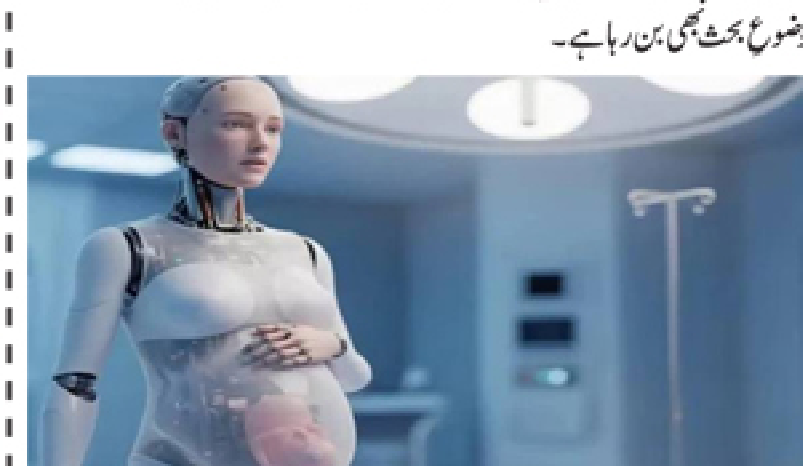

کاربن مونو آکسائیڈ کے زہریلے اثر کے خاتمے کیلئے دنیا کا پہلا حل تیار

لندن (کنزیومر واچ نیوز) سائنس دانوں نے کاربن مونو آکسائیڈ کے زہریلے اثر کو ختم کرنے کے لیے دنیا کا پہلا تیزی سے کام کرنے والا حل تیار کر لیا۔ کاربن مونو آکسائیڈ حادثاتی طور پر زہر پھیلانے کا سب سے بڑا سبب ہے اور ہر سال تقریباً 30 ہزار افراد کی موت واقع ہوتی ہے۔ اس گیس سے زہر عموماً اس وقت پھیلتا ہے جب جنریٹر یا گاڑیوں کا دھواں ایسی جگہ بھر جائے جہاں سے ہوا کا اخراج مناسب نہ ہو۔ کاربن مونو آکسائیڈ سے پھیلنے والے زہر کا واحد دستیاب علاج مریضوں کو 100 فی صد خالص آکسیجن دینا ہے، بعض اوقات انڈر پریشر ہائپربیرک چیمبر میں۔ ان علاجوں کے باوجود تقریباً نصف مریض طویل مدتی قلبی اور دماغی مسائل سے گزرتے ہیں جس سے اس کے لیے تیز اور مزید مؤثر تھراپیز کی ضرورت کو واضح ہوتی ہے۔ سائنس دانوں نے RcoM-HBD-CCC نامی پروٹین پر مبنی ایک مالیکیول تیار کیا ہے جو اسفنج کی طرح خون سے کاربن مونو آکسائیڈ جذب کر لیتا ہے۔

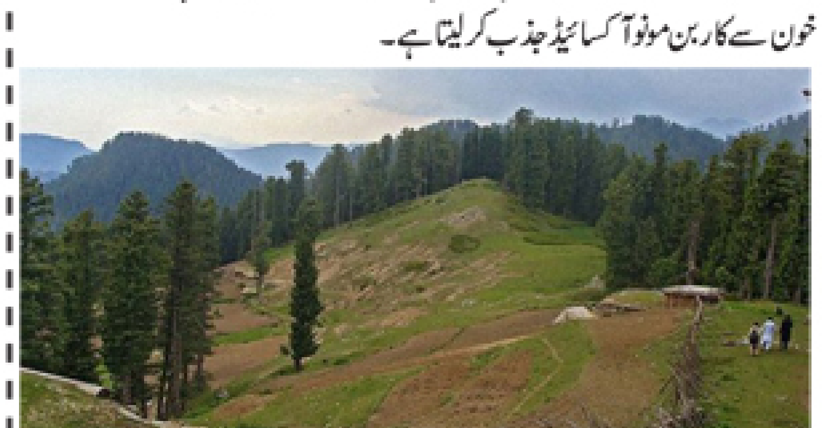

جیمز ویب ٹیلی اسکوپ نے کائنات کا قدیم ترین بلیک ہول دریافت کرلیا

واشنگٹن (کنزیومر واچ نیوز) حال ہی میں جیمز ویب ٹیلی اسکوپ نے کائنات کا اب تک کا قدیم ترین بلیک ہول دریافت کیا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اس دریافت نے ہمارے کائناتی ارتقا کو سمجھنے میں ایک نیا سنگِ میل قائم کیا ہے۔ حالیہ تحقیق میں یہ قدیم اور فعال بلیک ہول دریافت کیا گیا جو بگ بینگ کے بعد صرف تقریباً 500 ملین سال میں وجود میں آیا، یعنی لگ بھگ 13.3 ارب سال پہلے۔ یہ بلیک ہول CAPERS-LRD-z9 نامی کہکشاں کے مرکز میں پایا گیا جو خود بھی "Little Red Dot" کیٹیگری کا حصہ ہے۔ اس بلیک ہول کا ماس تقریباً 38 ملین شمسی ماسز کے برابر ہے جو ہماری کہکشاں کے مرکزی بلیک ہول سے تقریباً دس گنا زیادہ بھاری ہے۔ اس بلیک ہول کی دریافت کے لیے اسپیکٹروسکوپی کا استعمال کیا گیا جہاں ہائیڈروجن کے ارتعاش سے موصول ہونے والی خاص روشنی نے اس بات کا ثبوت دیا کہ گیس تیز رفتار سے گردش کر کے اس کے اندر جا رہی ہے یعنی یہ ایک فعال بلیک ہول ہے۔

01 TO 07 SEPTEMBER, 2025 — یکم تا ۷ ستمبر ۲۰۲۵

صارفین سے سرکار تک

چیف ایڈیٹر: شیخ راشد عالم

کنزیومر واچ

CONSUMER WATCH KARACHI

https://www.facebook.com/ Consumerwatch.news

مجلس ادارت:

● چیف ایڈیٹر: شیخ راشد عالم ● ایگزیکٹو ایڈیٹر: ڈاکٹر ہما بخاری ● ایڈیٹر: نشید آفاقی

● لیگل ایڈوائزر: ندیم شیخ ایڈووکیٹ ● ایم ڈی سیلز اینڈ مارکیٹنگ: ظفر حسین،

● ڈائریکٹر بزنس ڈیولپمنٹ: ثوبیہ شاکر علی ● پریس منیجر: شکیل احمد خان

● رپورٹنگ ٹیم: احمد حسین انصاری، نصیر الدین، جاوید احمد
محمد دانش، ارباب حسین، حسنین احمد

● رپورٹنگ ٹیم: احمد حسین انصاری، نصیر الدین، جاوید احمد
محمد دانش، ارباب حسین، حسنین احمد

دفتر کا پتہ: H41، پی ای سی ایچ ایس، بلاک 2، کراچی
فون نمبر: 021-34528802-3

فرمان الٰہی

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا تو ایک وعدے کا سبب تھا جو وہ اس سے کر چکے تھے لیکن جب ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے کچھ شک نہیں کہ ابراہیم بڑے نرم دل اور متحمل تھے۔

سورۃ التوبہ 09 - آیت نمبر 114

مجھے ہے حکم اذاں.................!

ملک بھر کے صارفین کیلئے بجلی سستی ہونے کا امکان ہے نیپرا اتھارٹی نے سینٹرل پاور پرچیزنگ ایجنسی (سی پی پی اے) کی درخواست پر سماعت مکمل کر لی ملک بھر کے صارفین کیلئے بجلی ایک روپے 69 پیسے سستی ہونے کا امکان ظاہر کیا جا رہا ہے۔ نیپرا اعداد وشمار کا جائزہ لے کر نوٹیفکیشن کی صورت میں فیصلہ جاری کرے گا اور قیمتوں میں کمی کا اطلاق کے الیکٹرک سمیت ملک بھر کے صارفین پر ہو گا۔ قیمتوں میں کمی کا اطلاق ستمبر کے بلوں پر 23 ارب روپے تک ریلیف ملے گا۔ حکومت نے گھریلو صارفین کیلئے آر ایل این جی گیس کنکشن کا منصوبہ بنایا ہے۔ حکومت کے اس اقدام سے نئی ہاؤسنگ اسکیموں و پسماندہ بستیوں کیا ایل پی جی والے گھرانے مستفید ہوں گے۔ وفاقی کابینہ کی توانائی کمیٹی جس کی صدارت وزیر اعظم شہباز شریف کر رہے ہیں، اس نے ایک اہم پالیسی تبدیلی پر غور کرنے والی تھی جس کے تحت سوئی ناردرن گیس پائپ لائنز لمیٹڈ اور سوئی سدرن گیس کمپنی لمیٹڈ کو گھریلو صارفین کے لیے ایل این جی پر مبنی کنکشن دینے کی اجازت دی جانی تھی۔ پاکستان کے دو اسٹارٹ اپس کو فنانس کے شعبے میں فوربز ایشیا 100 ٹو واچ 2025 کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔ فوربز ایشیا 100 ٹو واچ فہرست میں متنوع اور ہائی امپیکٹ اسٹارٹ اپس کو اجاگر کیا جاتا ہے اور یہ اس کا پانچواں سالانہ ایڈیشن ہے۔ اس مرتبہ فوربز ایشیا 100 ٹو واچ 2025 کی فہرست میں پاکستان کے دو اسٹارٹ اپس منتخب ہوئے جن میں حبال (Haball) اور پوسٹ ایکس (PostEx) شامل ہیں اور دونوں کراچی میں قائم ہیں۔ حبال 2017 میں قائم کیا گیا تھا اور اس کی قیادت عمر بن احسن کر رہے ہیں، یہ اسٹارٹ اپ شریعت کے مطابق B2B فن ٹیک خدمات فراہم کرتا ہے جن میں ڈیجیٹل انوائسنگ، ٹیکس کمپلائنس اور ورکنگ کیپیٹل فنانسنگ شامل ہیں۔ دوسری جانب پوسٹ ایکس کو ایک ہائبرڈ لاجسٹکس اور فن ٹیک کمپنی قرار دیا گیا ہے جو پاکستان کی بنیادی طور پر نقدی پر مبنی معیشت میں آن لائن ریٹیل سیکٹر کو خدمات فراہم کر رہی ہے۔ ایشیائی ترقیاتی بینک نے کراچی سے پشاور تک ریلوے لائن کے اہم ترین منصوبے ایم ایل ون میں مالی معاونت کے ذریعے دوبارہ شمولیت کا فیصلہ کیا ہے جس کے تحت مرحلہ وار قرضہ فراہم کیا جائے گا۔ چین کی جانب سے ایم ایل ون منصوبے کی فنانسنگ اور تکمیل میں عدم دلچسپی کے باعث ایشیائی ترقیاتی بینک نے اس منصوبے سے نکلنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ایشیائی ترقیاتی بینک کے صدر مساتو کانڈا نے گزشتہ روز وفاقی وزیر اقتصادی امور احد چیمہ سے ملاقات کی۔ وفاقی وزیر نے ان کے دورے کو پاکستان اور اے ڈی بی کے درمیان دیرپا اور قابل اعتماد شراکت داری کی عکاسی قرار دیا جو کہ برسوں سے ملک کی ترقیاتی ترجیحات کی حمایت میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔

خیر اندیش
شیخ راشد عالم
چیف ایڈیٹر کنزیومر واچ

ٹاپ اسٹوریز — Top Stories

ڈیجیٹل سرمایہ کاری کے قوانین کو بہتر بنانا ہوگا، وفاقی وزیر خزانہ — PAGE 04

پرواز کا خواب۔ چین کی اُڑنے والی ٹیکسیاں — PAGE 08

کرپٹو کرنسی: اہمیت چیلنجز اور پاکستان کا راستہ — PAGE 05

آئی ٹی آئی ایف ایشیا 2025 پاکستان کی صنعتی ترقی کی نئی سمت — PAGE 10

ایس ای سی پی کے مالی معاملات میں اربوں کی بے ضابطگیاں — PAGE 07

نئے این ایف سی ایوارڈ پر وفاقی حکومت کی حکمت عملی — PAGE 11

چیف ایڈیٹر و پبلشر شیخ راشد عالم نے فیئر پرنٹنگ پریس راجہ ٹاور بلڈنگ، برنس روڈ سے چھپوا کر H-41، پی ای سی ایچ ایس، بلاک 2 کراچی سے شائع کیا

ڈیجیٹل سرمایہ کاری کے قوانین کو بہتر بنانا ہوگا، وفاقی وزیر خزانہ

کنزیومر واچ نیوز

وفاقی وزیر خزانہ سینیٹر محمد اورنگزیب نے کہا ہے کہ ڈیجیٹل سرمایہ کاری سستی، برق رفتار اور زیادہ شفافیت کی حامل ہے، ملک کے 10 تا 15 فیصد افراد ڈیجیٹل کاروبار سے منسلک ہیں، مستقبل میں ڈیجیٹل اثاثوں کا رجحان مزید بڑھے گا، ڈیجیٹل سرمایہ کاری کے قوانین کو بھی بہتر بنانا ہوگا تا کہ سرمایہ کاری میں شفافیت یقینی بنائی جا سکے۔ سرکاری خبر رساں ادارے 'اے پی پی' کے مطابق ان خیالات کا اظہار وفاقی وزیر خزانہ نے اسلام آباد میں 'بلاک چین اینڈ ڈیجیٹل ایسٹس: ٹیکنالوجی اینڈ انوویشن' کے حوالے سے منعقدہ کانفرنس سے خطاب کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ وقت کے تقاضوں کے مطابق معاشی ترجیحات مرتب کرنا ہوں گی، حکومت سرمایہ کاروں کو سہولیات کی فراہمی کے لیے کوشاں ہے، کرپٹو مائیننگ زیر غور ہے، اس حوالے سے کرپٹو کونسل تشکیل دی گئی ہے، ڈیجیٹل اثاثوں اور کاروبار کے قوانین پر کام جاری ہے، تاجر اور سرمایہ کار طبقہ کو سہولیات کی فراہمی ترجیح ہے۔ انہوں نے کانفرنس کے منتظمین اور لمز سے اظہار تشکر کرتے ہوئے کہا کہ آپ قومی معیشت کی ترقی اور نئی معاشی جہتیں متعارف کرانے میں ہماری مدد کر رہے ہیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا مسلسل ا?گے بڑھ رہی ہے اور اچھا ہے یا برا اس میں پڑے بغیر ہمیں بھی آگے بڑھنا ہوگا۔ وزیر خزانہ نے کہا کہ میں نے گزشتہ سال اس کو فالو کرنا شروع کیا تھا، پاکستان کے 20 تا 25 ملین افراد کسی نہ کسی طرح بلاک چین اور ڈیجیٹل اثاثہ جات وغیرہ سے منسلک ہیں جن میں سرمایہ کار منافع کمانے والوں سمیت بعض اوقات خسارہ برداشت کرنے والے بھی شامل ہیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ ہماری 10 سے 15 فیصد آبادی اس سرگرمی سے منسلک ہے جن میں زیادہ تر نوجوان شامل ہیں۔ محمد اورنگزیب نے کہا کہ پاکستان جس پوزیشن پر بھی ہے، تاہم اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، یہی وجہ ہے کہ لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز (لمز) نے قیادت سنبھالی اور دیگر شراکت داروں کے تعاون سے لمز میں سینٹر آف ایکسیلنس قائم کیا، جس پر شراکت داروں کی کاوشیں قابل تعریف ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بطور وزیر خزانہ میرا نقطہ نظر مختلف ہے، اور میں اس کو ریگولیٹری نقطہ نظر سے دیکھتا ہوں، اس طرح کی کثیر سرگرمیاں اتنے بڑے پیمانے پر ہو رہی ہیں تو قواعد وضوابط بھی ضروری ہیں، ہم 5، 6 سال کی جدوجہد کے بعد بڑی مشکل سے گرے لسٹ سے نکلے ہیں اور ہم دوبارہ اس صورتحال میں نہیں جانا چاہتے۔

وزیر خزانہ نے کہا کہ ہمیں ریگولیٹری تناظر میں ان سرگرمیوں کو مختلف نظر سے دیکھنا چاہیے، یہ پاکستان کے لیے ایک اہم موقع ہو سکتا ہے، اور اس کو آگے لے کر چلنا چاہیے، مالیاتی شراکت، شفافیت اور ٹیکنالوجی سے استفادے کا حصول پیش نظر رکھنا ہوگا، موجودہ دور میں ٹیکنالوجی سے استفادہ کے ذریعے خدمات کی فراہمی تیز تر، سستی اور پہلے سے بہتر ہوئی ہے اور ہر شخص یہی چاہتا ہے۔ محمد اورنگزیب نے کہا کہ بلاک چین، اے آئی اور کرپٹو وغیرہ بھی ٹیکنالوجی کی بنیاد پر ہی کام کر رہی ہیں، ترسیلات زر پاکستان کے لیے لائف لائن کی حیثیت رکھتی ہیں اور اس حوالے سے متعدد اداروں سے مل کر اقدامات کئے جا رہے ہیں، ہمارے پاس اضافی توانائی موجود ہے اور ہم اس کو ویلیو چین کے ذریعے کرپٹو مائننگ، اے آئی ڈیٹا سینٹر وغیرہ میں استعمال کرنے کے خواہشمند ہیں۔ وزیر خزانہ نے کہا کہ حکومت نے کرپٹو کونسل کے قیام سے اس حوالے سے اہم قدم اٹھایا ہے جس کے بعد پاکستان ورچوئل ایسٹس ریگولیٹری اتھارٹی (پی وی اے آر اے) کے آرڈیننس پر کام کیا جا رہا ہے اور اس حوالے سے پہلا اجلاس آئندہ پیر کو منعقد ہوگا، جس میں پالیسی معاملات کے ایجنڈا آئٹمز کا جائزہ لیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ اس حوالے سے ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمیں بین الاقوامی معاونت بھی حاصل ہے، اگر دیگر ملک اس پر جا چکے ہیں یا جا رہے ہیں تو ہمیں یہ یقینی بنانا ہوگا کہ پاکستان ان ممالک میں نمایاں پوزیشن پر ہو، ہمیں یقینی بنانا چاہیے کہ ہمارے مفادات پر کوئی سمجھوتہ نہ ہو، ہمیں دیگر ممالک کے تجربات کو لے کر آگے بڑھنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ بلاک چین کے حوالے سے قوانین جلد ہی قومی اسمبلی اور سینیٹ سے منظور ہو جائیں گے، جن کے لیے ہم نے مختلف ممالک کے قوانین سے استفادہ کیا ہے، حکومت قومی معیشت کی ترقی میں نجی شعبے کے کردار کی معترف ہے اور وزیراعظم کے وژن کے مطابق نجی شعبے کو بہترین ماحول کی فراہمی پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے ریگولیٹری قوانین میں سہولیات کی فراہمی کو یقینی بنایا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کرپٹو کرنسی کے حوالے سے ہمیں ابتدا میں تجرباتی بنیادوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے، اس حوالے سے نجی شعبے، اکیڈمیا، حکومت کو مل کر کام کرنا چاہیے، ہمیں قومی معیشت کو جدید معیشت میں بدلنا ہوگا، اس حوالے سے جامع حکمت عملی کے تحت خصوصاً نوجوانوں کو شمولیت کو یقینی بناتے ہوئے اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ اپنے خطاب کے اختتام پر انہوں نے سیمینار کے انعقاد پر لمز کی انتظامیہ اور دیگر شراکت داروں کو خراج تحسین پیش کیا۔

کرپٹو کرنسی: اہمیت، چیلنجز اور پاکستان کا راستہ

کنزیومر واچ رپورٹ

دنیا اس وقت تیزی سے ڈیجیٹل معیشت کی طرف بڑھ رہی ہے۔ روایتی کرنسی اور بینکنگ نظام کے ساتھ ساتھ ڈیجیٹل کرنسیاں یعنی "کرپٹو کرنسیاں" عالمی مالیاتی منظرنامے پر نمایاں ہوتی جا رہی ہیں۔ چند برس پہلے تک بٹ کوائن کا نام ایک محدود طبقے تک تھا، لیکن آج یہ ایک عالمی اصطلاح بن چکا ہے۔ کرپٹو کرنسی نہ صرف سرمایہ کاری بلکہ لین دین اور اثاثوں کے تحفظ کا ایک نیا ذریعہ بن چکی ہے۔ تاہم اس کی اہمیت جتنی زیادہ ہے، اتنے ہی خطرات اور چیلنجز بھی اس سے وابستہ ہیں۔ پاکستان میں حالیہ دنوں میں اس موضوع پر ہونے والی پیش رفت نے ایک بار پھر کرپٹو کرنسی کو موضوع بحث بنا دیا ہے۔

پاکستان میں حالیہ پیش رفت

پاکستان ورچوئل اسٹس ریگولیٹری اتھارٹی کے بورڈ کا پہلا اجلاس گزشتہ ہفتے منعقد ہوا۔ اجلاس کی صدارت وزیراعظم کے معاون خصوصی برائے بلاک چین اینڈ کرپٹو بلال بن ثاقب نے کی، جبکہ وزیر خزانہ محمد اورنگزیب اور گورنر اسٹیٹ بینک سمیت اعلیٰ حکام شریک ہوئے۔ اجلاس میں کرپٹو کرنسی پر عائد پابندی ہٹانے پر غور کیا گیا، لیکن اسٹیٹ بینک نے واضح مؤقف اختیار کیا کہ جب تک مناسب ریگولیٹری اور لائسنسنگ فریم ورک تشکیل نہیں پا جاتا، ڈیجیٹل کرنسی کو قانونی حیثیت دینا ملک کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔ گورنر اسٹیٹ بینک نے کہا کہ فوری اجازت دینا مالیاتی نظام میں بگاڑ پیدا کرے گا اور منی لانڈرنگ جیسے سنگین مسائل کو جنم دے سکتا ہے۔ اجلاس میں شریک حکام کے مطابق، ایک مؤثر فریم ورک تشکیل دینے میں کم از کم 6 تا 8 ماہ لگ سکتے ہیں۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ اسٹیٹ بینک نے 2018 میں جاری سرکلر کے ذریعے تمام مالیاتی اداروں کو ہدایت کی تھی کہ وہ ورچوئل کرنسیوں میں کسی بھی قسم کی سہولت یا لین دین فراہم نہ کریں۔ اس سرکلر کے مطابق بٹ کوائن، لائٹ کوائن، پاک کوائن، ون کوائن، ڈاس کوائن، پے ڈائمنڈ اور انیشیئل کوئن آفرنگ (ICO) ٹوکنز کو غیر قانونی قرار دیا گیا ہے۔

کرپٹو کرنسی کی اہمیت

1۔ مالی شمولیت (Financial Inclusion)

ترقی پذیر ممالک میں ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ کروڑوں لوگ بینک اکاؤنٹ اور مالیاتی سہولتوں سے محروم ہیں۔ کرپٹو کرنسی ان کے لیے امید کی کرن ہے۔ موبائل اور انٹرنیٹ کے ذریعے ایک عام شخص دنیا بھر میں پیسے بھیج اور وصول کر سکتا ہے۔ اس سے وہ طبقہ جو بینکاری نظام سے باہر ہے، عالمی معیشت کا حصہ بن سکتا ہے۔

2۔ عالمی تجارت اور فری لانس معیشت

پاکستان میں فری لانس انڈسٹری تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ ہزاروں پاکستانی نوجوان دنیا بھر میں آئی ٹی سروسز فراہم کر رہے ہیں۔ کرپٹو کرنسی کے ذریعے وہ فوری اور محفوظ ادائیگی وصول کر سکتے ہیں، جس سے بین الاقوامی تجارت اور ترسیلات زر کو نئی سمت مل سکتی ہے۔

3۔ سرمایہ کاری کا نیا ذریعہ

دنیا کے کئی ممالک میں کرپٹو کرنسیاں سرمایہ کاری کے ایک نئے موقع کے طور پر دیکھی جا رہی ہیں۔ اگرچہ ان کی قیمت میں شدید اتار چڑھاؤ ہوتا ہے، لیکن بہت سے سرمایہ کار انہیں مستقبل کے "ڈیجیٹل گولڈ" کے طور پر دیکھ رہے ہیں۔ بٹ کوائن کی قیمت میں پچھلے دس سال کے دوران غیر معمولی اضافہ اس کی ایک مثال ہے۔

4۔ بلاک چین ٹیکنالوجی کی افادیت

کرپٹو کرنسی کے پیچھے بلاک چین ٹیکنالوجی موجود ہے جو نہایت شفاف اور محفوظ نظام فراہم کرتی ہے۔ اس ٹیکنالوجی کا استعمال صرف مالی لین دین تک محدود نہیں بلکہ حکومتیں اسے زمینوں کے ریکارڈ، ووٹنگ سسٹم، سپلائی چین مینجمنٹ اور حتیٰ کہ تعلیمی اسناد کی تصدیق کے لیے بھی استعمال کر سکتی ہیں۔

چیلنجز اور خطرات

1۔ منی لانڈرنگ اور دہشت گردی کی مالی معاونت

کرپٹو کرنسی کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ یہ کسی مرکزی ادارے کے کنٹرول میں نہیں ہوتی۔ اس وجہ سے اسے غیر قانونی سرگرمیوں کے لیے استعمال کرنے کے خدشات بڑھ جاتے ہیں۔ پاکستان پہلے ہی فیٹف کی گرے لسٹ میں رہ چکا ہے، اس لیے یہ خطرہ حقیقی ہے کہ غیر ریگولیٹڈ ڈیجیٹل لین دین دوبارہ مسائل پیدا کر سکتا ہے۔

2۔ غیر مستحکم قیمتیں

کرپٹو کرنسی کی قیمت دنوں میں نہیں بلکہ گھنٹوں میں بھی کئی فیصد اوپر نیچے ہو سکتی ہے۔ اس غیر یقینی صورتحال میں سرمایہ کار بڑے نقصان کا شکار ہو سکتے ہیں۔ کئی عالمی مثالیں موجود ہیں جہاں لوگوں نے اپنی جمع پونجی کھو دی۔

3۔ عوامی فراڈ اور جعلی اسکیمیں

پاکستان میں ''ون کوائن'' اور ''ڈاس کوائن'' جیسے فراڈ کیسز سامنے آ چکے ہیں جن میں لوگوں سے اربوں روپے لوٹے گئے۔ ریگولیشن کے بغیر عوام کو ایسے دھوکوں سے بچانا ممکن نہیں۔

4۔ ٹیکنالوجی کی پیچیدگی

زیادہ تر عام افراد کرپٹو کرنسی کی تکنیکی نوعیت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ یہ نالج گیپ بھی انہیں نقصان کے خطرے سے دوچار کر سکتا ہے۔

عالمی منظرنامہ

کرپٹو کرنسی کے بارے میں دنیا کے ممالک کا رویہ مختلف ہے:

امریکہ اور یورپ: کرپٹو کرنسی پر ٹیکس عائد کیا جاتا ہے اور اسے ریگولیٹری ادارے مانیٹر کرتے ہیں۔ وہاں سرمایہ کاروں کو کچھ حد تک تحفظ حاصل ہے۔

چین: مکمل طور پر کرپٹو کرنسی کی ٹریڈنگ پر پابندی عائد ہے، لیکن ساتھ ہی اپنی سرکاری ڈیجیٹل کرنسی (CBDC) لانچ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔

متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب: ان ممالک نے ریگولیٹری ''سینڈ باکس'' قائم کیے ہیں تاکہ محدود پیمانے پر کرپٹو کرنسی کے تجربات کیے جا سکیں۔

بھارت: ابتدا میں سخت پابندیاں عائد کی گئیں لیکن اب وہاں کرپٹو کرنسی پر ٹیکس لگایا جا رہا ہے تاکہ اسے کنٹرولڈ ماحول میں رکھا جا سکے۔

پاکستان کا راستہ

پاکستان کے لیے سب سے اہم چیلنج یہ ہے کہ وہ ایک ایسا ریگولیٹری اور لائسنسنگ فریم ورک بنائے جو عالمی قوانین سے ہم آہنگ ہو، فیٹف کی شرائط پوری کرے، عوام کو فراڈ سے بچائے، ساتھ ہی ساتھ سرمایہ کاری اور جدت کو فروغ دے۔

اسی مقصد کے لیے ورچوئل ایسٹس ریگولیٹری اتھارٹی قائم کی گئی ہے۔ پہلے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ ایک شکایتی پورٹل بنایا جائے گا، سینڈ باکس تجربات کیے جائیں گے، ٹیکسیشن پالیسی تیار کی جائے گی اور بین الاقوامی تعلقات استوار کیے جائیں گے۔ وزیر خزانہ نے اس اتھارٹی کو پاکستان کی اقتصادی ترقی میں ایک ''سنگ میل'' قرار دیا ہے۔

کرپٹو کرنسی کو نظر انداز کرنا پاکستان کے لیے ممکن نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی معیشت تیزی سے ڈیجیٹل سمت میں جا رہی ہے اور کرپٹو کرنسی اس کا ایک لازمی جزو بنتی جا رہی ہے۔ تاہم اس کے ساتھ وابستہ خطرات بھی بہت بڑے ہیں۔ پاکستان کو چاہیے کہ وہ عالمی تجربات سے سیکھے اور ایسا ریگولیٹری فریم ورک تیار کرے جو ایک طرف عوام اور ملکی معیشت کے مفادات محفوظ رکھے اور دوسری طرف ملک کو عالمی ورچوئل اثاثہ جاتی معیشت میں پیچھے نہ چھوڑے۔

اگر پاکستان بروقت اور متوازن اقدامات کرے تو کرپٹو کرنسی نہ صرف نوجوانوں کے لیے سرمایہ کاری اور روزگار کے مواقع فراہم کر سکتی ہے بلکہ ملکی معیشت کو ڈیجیٹل دور میں ایک نئی شناخت بھی دے سکتی ہے۔

قومی خزانے میں 3750 کھرب کی ہیر پھیر

آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی آڈٹ رپورٹ نے مالیاتی بے ضابطگیوں پر سوالیہ نشان لگا دیا

کنزیومر واچ رپورٹ

پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ آڈیٹر جنرل آف پاکستان (اے جی پی) کی ایک ایسی رپورٹ سامنے آئی ہے جس نے وفاقی حکومت اور اس کے ماتحت اداروں کی مالی بدانتظامی اور بے ضابطگیوں کو نہ صرف بے نقاب کیا ہے بلکہ ملک کے مالیاتی نظام پر سنگین سوالات بھی کھڑے کر دیے ہیں۔

اے جی پی کی آڈٹ رپورٹ برائے مالی سال 2024-25 کے مطابق مجموعی طور پر 3750 کھرب روپے سے زائد کی بے ضابطگیوں اور بدانتظامیوں کا انکشاف ہوا ہے۔ یہ ایک ایسا ریکارڈ ہے جس نے حکومتی اداروں کی شفافیت اور جوابدہی کے دعووں کو عملاً بے اثر کر دیا ہے۔

عوامی فنڈز کی ترجیحات پر سوال

رپورٹ میں سب سے زیادہ تشویش اس امر پر ظاہر کی گئی ہے کہ عوامی فنڈز کا محض 13 فیصد عوامی فلاحی منصوبوں پر خرچ ہوا، جبکہ مجموعی اخراجات کا 86 فیصد سے زائد حصہ قرضوں کی ادائیگی اور سود کی مد میں استعمال ہوا۔ اس سے یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ قومی بجٹ کا بیشتر حصہ عوامی سہولتوں یا ترقیاتی منصوبوں کے بجائے قرضوں کے بوجھ تلے دب جاتا ہے۔

بے ضابطگیوں کی تفصیلات

آڈٹ رپورٹ میں مختلف مدات کے تحت بے ضابطگیوں کی نشاندہی کی گئی ہے، جن میں نمایاں یہ ہیں:

2841 کھرب 70 ارب روپے کی خریداری میں بے قاعدگیاں

856 کھرب روپے کے ترقیاتی منصوبے ناقص یا تاخیر کا شکار

25 کھرب روپے کی واجب الادا رقوم کی وصولی نہ ہونا

12 کھرب 28 ارب روپے کے گردشی قرضے کا تصفیہ نہ ہونا

958 ارب روپے قوانین اور ضابطوں کی خلاف ورزیاں

677.5 ارب روپے اندرونی کنٹرول کی کمزوریاں

628 ارب روپے ناقص اثاثہ جاتی مینجمنٹ

281 ارب روپے ناقص معاہدہ جاتی مینجمنٹ

165 ارب روپے متفرق مالی بے ضابطگیاں

92 ارب روپے کا نقصان حکومتی حصے کی عدم وصولی اور سرکاری زمین پر قبضے کے باعث

یہ اعداد و شمار محض کاغذی بے ضابطگیاں نہیں بلکہ ایسے مالی نقائص ہیں جو قومی خزانے کو براہِ راست متاثر کرتے ہیں۔

بجٹ مینجمنٹ کی ناکامی

رپورٹ میں واضح کیا گیا ہے کہ مالی سال 2024 میں وفاقی حکومت کا بجٹ 465 کھرب روپے تھا، تاہم کٹوتیوں اور اضافی گرانٹس کے بعد یہ 403 کھرب روپے تک محدود رہا۔ اصل اخراجات 399 کھرب 45 ارب روپے تھے، لیکن اس پورے عمل میں بے شمار بے ضابطگیاں سامنے آئیں۔

مثال کے طور پر:

29 فیصد اضافی گرانٹس (513.87 ارب روپے) پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر جاری کی گئیں۔

212 ارب روپے غیر استعمال شدہ فنڈز واپس نہ کرنے کے باعث ضائع ہو گئے۔

12.6 ارب روپے منظور شدہ گرانٹس سے زیادہ خرچ کیے گئے۔

یہ صورتحال اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ بجٹ مینجمنٹ کے نظام میں شفافیت اور جوابدہی کا فقدان ہے۔

اندرونی آڈٹ نظام کی ناکامی

رپورٹ کے مطابق اگرچہ متعدد اداروں میں اندرونی آڈٹ سیٹ اپ موجود ہیں، لیکن وہ مؤثر طریقے سے اپنا کردار ادا کرنے میں ناکام رہے۔ نتیجتاً وہ خامیاں جنہیں ابتدائی سطح پر روکا جا سکتا تھا، بڑے پیمانے کی بے ضابطگیوں میں تبدیل ہو گئیں۔

عوامی مفاد پر منفی اثرات

آڈٹ رپورٹ کے مطابق اخراجات کا بڑا حصہ قرضوں اور سود کی ادائیگی پر خرچ ہونے کے باعث معاشرتی و معاشی ترقی کے لیے مختص فنڈز انتہائی محدود رہ گئے۔ حالانکہ گزشتہ برس کے مقابلے میں اس سال عوامی فلاح پر خرچ ہونے والے فنڈز میں معمولی اضافہ ہوا، لیکن یہ بھی ناکافی ہے۔

آئینی پس منظر

آئین کے آرٹیکلز 169 اور 170 کے تحت اے جی پی کو وفاقی اور صوبائی حکومتوں اور ان کے ماتحت اداروں کے اکاؤنٹس کا آڈٹ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ موجودہ رپورٹ 7,879 وفاقی اداروں کے اکاؤنٹس پر مشتمل ہے اور اس میں پچھلے سالوں کی کچھ مشاہدات بھی شامل کیے گئے ہیں۔

اصلاحی اقدامات کی ضرورت

رپورٹ کے نتائج متعلقہ اداروں، بشمول وزارتِ خزانہ، اے جی پی آر اور سی جی اے، کو بھی فراہم کیے گئے تاکہ اصلاحی اقدامات کیے جا سکیں۔ تاہم اصل سوال یہ ہے کہ کیا حکومت اور ادارے ان سفارشات پر عمل کریں گے یا یہ رپورٹ بھی سابقہ رپورٹس کی طرح صرف دستاویزات میں دفن ہو کر رہ جائے گی؟

ماہرین کی رائے

ماہرین معاشیات کا کہنا ہے کہ یہ رپورٹ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ پاکستان میں مالی نظم وضبط انتہائی کمزور ہے۔ جب تک مالیاتی امور میں شفافیت، اندرونی کنٹرول اور پارلیمانی نگرانی کو سخت نہیں کیا جاتا، اس قسم کی بے ضابطگیاں بار بار سامنے آتی رہیں گی۔

آڈیٹر جنرل کی اس رپورٹ نے ایک بار پھر یہ حقیقت آشکار کر دی ہے کہ پاکستان کا مالیاتی ڈھانچہ اندرونی طور پر کس قدر کمزور ہے۔ عوامی پیسہ جس مقصد کے لیے مختص کیا جاتا ہے، وہ مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ قرضوں کا بوجھ عوامی فلاح پر بھاری ہے اور اندرونی کنٹرول کے فقدان نے مالی بدعنوانیوں کو جنم دیا ہے۔

اگر حکومت اس رپورٹ میں سامنے آنے والی سفارشات پر عمل درآمد نہیں کرتی تو آنے والے برسوں میں مالی بحران مزید گہرا ہوگا اور عوام کا اعتماد ریاستی اداروں پر مزید کمزور پڑے گا۔

ایس ای سی پی کے مالی معاملات میں اربوں کی بے ضابطگیاں

آڈیٹر جنرل کی رپورٹ میں چیئرمین وکمشنرز کی غیر مجاز تنخواہیں اور اربوں روپے وفاقی فنڈ میں جمع نہ کرانے کا انکشاف

کنزیومرواچ نیوز

آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی تازہ رپورٹ نے سیکیورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان (ایس ای سی پی) کے مالی امور میں سنگین بے ضابطگیوں کا پردہ چاک کر دیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق چیئرمین اور کمشنرز کو غیر قانونی طور پر اربوں روپے کی اضافی تنخواہیں اور الاؤنسز دیے گئے، جب کہ ادارہ وفاقی فنڈ میں تقریباً 14 ارب روپے جمع کرانے میں ناکام رہا۔

تنخواہوں کے غیر قانونی پیکجز

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ 17 اکتوبر 2024 کو ایس ای سی پی پالیسی بورڈ نے ملازمین کی تنخواہوں میں اضافے کی منظوری دی، جو یکم جولائی 2023 سے مؤثر قرار دی گئی۔

چیئرمین عاکف سعید کی تنخواہ: 41 کروڑ 53 لاکھ روپے

ہر کمشنر کو بیک ڈیٹ اضافے کی مد میں: 35 کروڑ 80 لاکھ روپے

کل غیر مجاز اضافہ: 3 ارب 77 کروڑ 22 لاکھ روپے

غیر قانونی الاؤنسز

رپورٹ میں انکشاف کیا گیا کہ کمشنرز اور عملے کو 11 کروڑ روپے بطور تفریحی الاؤنس تقسیم کیے گئے۔ آڈیٹر جنرل نے اسے واضح طور پر غیر قانونی قرار دیتے ہوئے کہا کہ پالیسی بورڈ کو اس کی منظوری دینے کا اختیار ہی حاصل نہیں تھا۔

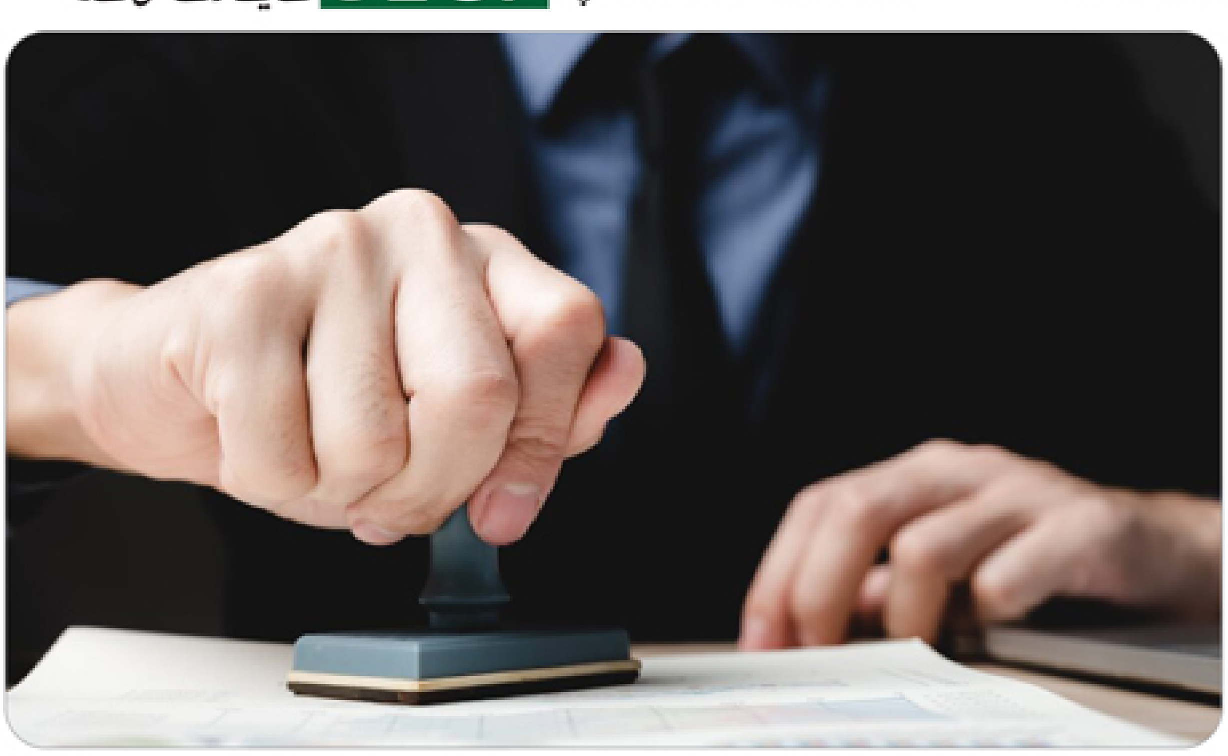

وفاقی فنڈ میں جمع نہ کرائی گئی رقوم

رپورٹ کے مطابق ایس ای سی پی نے تقریباً 14 ارب روپے وفاقی مجموعی فنڈ میں جمع نہیں کرائے۔

لائسنسنگ و رجسٹریشن فیس: 4 ارب 13 کروڑ روپے

انشورنس سیکٹر: 59 کروڑ 15 لاکھ روپے

سیکیورٹیز مارکیٹ: 4 کروڑ 77 لاکھ روپے

خصوصی کمپنیاں: 1 ارب 91 کروڑ روپے

اضافی طور پر 6 ارب 99 کروڑ روپے کی بچت بھی خزانے میں منتقل نہ کی گئی۔

قانونی تقاضے اور خلاف ورزیاں

پبلک فنانس مینجمنٹ ایکٹ 2019 کی دفعہ 37 کے تحت، تمام خود مختار اداروں کی آمدنی کو ٹریژری سنگل اکاؤنٹ میں جمع کرانا لازمی ہے۔ تاہم ایس ای سی پی نے اس قانونی تقاضے کو نظر انداز کیا اور اربوں روپے اپنے پاس رکھے۔ آڈیٹر جنرل نے نشاندہی کی کہ پالیسی بورڈ کو تنخواہوں یا الاؤنسز بڑھانے کا اختیار ہی حاصل نہیں تھا۔

وزارتِ خزانہ پر دباؤ

رپورٹ میں وزارتِ خزانہ پر زور دیا گیا ہے کہ وہ یا تو ان غیر قانونی اضافوں کی باضابطہ منظوری دے یا پھر انہیں ختم کرے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر وزارت نے ان اضافوں کو جائز قرار دیا تو یہ ایک خطرناک نظیر قائم ہوگی، جس سے دیگر ادارے بھی اپنی مرضی کے فیصلے کرنے لگیں گے۔

ماہرین کی رائے

ماہرین معاشیات کے مطابق ریگولیٹری ادارے کا خود بے ضابطگیوں میں ملوث ہونا سرمایہ کاروں کے اعتماد کو متزلزل کرتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ:

اربوں روپے وفاقی فنڈ میں نہ آنے سے بجٹ خسارہ بڑھے گا۔

ادارہ جاتی احتساب کی کمی واضح ہوگئی ہے۔

شفافیت کے بغیر مالیاتی نظام پر عوام اور سرمایہ کاروں کا اعتماد بحال نہیں رہ سکتا۔

آڈیٹر جنرل کی یہ رپورٹ ایک سنگین سوال کھڑا کرتی ہے کہ اگر مالیاتی نظام کی نگرانی کرنے والا ادارہ خود ہی مالی بے ضابطگیوں میں ملوث ہو تو سرمایہ کار اور عوام کس پر اعتماد کریں؟ اربوں روپے کے غیر قانونی اخراجات ریاستی مالی ڈھانچے کے لیے ایک بڑا خطرہ ہیں۔ حکومت اور وزارتِ خزانہ کے لیے یہ ایک امتحان ہے کہ وہ شفافیت اور قانون کی پاسداری کو یقینی بنانے کے لیے کس حد تک سخت قدم اٹھاتے ہیں۔

Over 180K Followers on social media now shining in print too

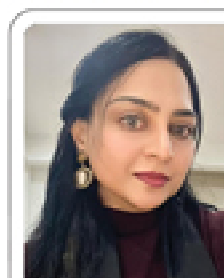

نئے جہاں کی تلاش
ارم زہرا (وینزو، چین)

پرواز کا خواب۔ چین کی اُڑنے والی ٹیکسیاں

کراچی کی ساحلی ہوا میں اکثر ایسا محسوس ہوتا کہ صدیوں سے دیکھی جانے والی خوابیدہ پروازیں، کہیں میرے انتظار میں ہیں۔ شام کی نرم روشنی میں جب میں سمندر کے کنارے پرندوں کی آزاد پرواز دیکھتی، دل میں ایک خاموش سوال گونجتا۔ کیا ہم بھی کبھی فضا کو اپنا راستہ بنا سکیں گے؟ میں جانتی تھی کہ ہوائی جہاز اور ڈرون پہلے ہی آسمان میں اپنی راہیں تلاش کر رہے ہیں، مگر کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ میرے قدم چین کی زمین پر رکھے جائیں گے، اور میرے سامنے وہی خواب اڑتی ہوئی گاڑیاں، اڑن ٹیکسی نئی حقیقت کا روپ دھاریں گے اور میں ان کے آغاز کی چشم دید گواہ بنوں گی۔

یہ قصہ محض مشینوں کا نہیں، بلکہ وقت کی تیز رفتاری کا ہے۔ چین میں آج ترقی کی گھنٹیاں ہر کونے میں بجتی ہیں۔ کبھی ریل کے شور سے، کبھی برقی اسکرینوں کے ہجوم سے اور اب یہ نئی صدا فضاؤں میں اڑتی گاڑیوں کی، جو کہانیوں کے دیو مالائی پرندوں کی مانند آسمان کو چیرتی ہیں۔

نومبر 2024 کی وہ دوپہر تھی جب میں نے بیجنگ کے ایک بڑے ایئر شو کی خبر پڑھی۔ ایک چینی کمپنی AeroHTXPENG نے اپنی ''CarrierAircraft Land'' کا مظاہرہ کیا۔ میں اخبار کے صفحے پر تصویر دیکھ کر دیر تک حیران بیٹھی رہی۔ یوں لگا جیسے کسی مصور نے آدھا جہاز اور آدھی کار کو ملا کر خوابوں کے پر دے دیے ہوں۔ اس مشین نے وہاں کے لوگوں کے سامنے پرواز کی اور پھر زمین پر اتر آئی۔ گویا انسان کے خوابوں کو پہلی بار فضا نے اپنے گلے لگا لیا۔

میرے دل نے کہا ''یہ صرف ایک مظاہرہ نہیں، یہ کل کے دن کا دروازہ ہے۔''

یہ کوئی اچانک جنم لینے والا خواب نہ تھا۔ 2016 میں چین کی کمپنی EHang نے پہلی بار ایک مسافر ڈرون EHang-184 دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اُس وقت یہ محض ایک تماشہ معلوم ہوا، جیسے کوئی بچہ آسمان پر کاغذی پتنگ چھوڑ دے۔ مگر رفتہ رفتہ، محنت اور قوانین کی سرپرستی نے اس پتنگ کو آہنی پروں والی حقیقت بنا دیا۔

اکتوبر 2023 میں، چین کے ہوا بازی کے ادارے نے EHang کے S-EH216 ماڈل کو عوامی پرواز کی منظوری دی۔ اور پھر مارچ 2025 میں، پہلی مرتبہ بے پائلٹ اڑان کی سرکاری اجازت مل گئی۔ یہ کوئی چھوٹا قدم نہ تھا۔ یہ تو گویا وقت کا عہد نامہ تھا کہ انسان اب پرندوں کی صف میں شامل ہو چکا ہے۔

اسی دوران AutoFlight نامی ادارے نے ''Prosperity'' نامی گاڑی متعارف کروائی، جس نے 2024 میں شینزین سے ژوہائی تک کا فاصلہ بیس منٹ میں طے کیا۔ وہی راستہ جو زمین پر تین گھنٹے میں مکمل ہوتا ہے۔ میں نے یہ خبر پڑھی تو کراچی کی سڑکوں کا ہجوم یاد آیا، جہاں کبھی کبھی صدر سے کلفٹن تک جانے میں ہی ڈیڑھ گھنٹہ لگ جاتا ہے۔ دل نے کہا ''کاش ہمارے ملک میں بھی ایسا ہو کہ ایک شہر سے دوسرے شہر تک اُڑتے چلے جائیں۔''

چین کی یہ پروازیں ابھی عوام کی روزمرہ زندگی کا حصہ نہیں بنیں۔ XPENG کی گاڑی 2026 میں ترسیل کے لیے تیار کی جا رہی ہے۔ باقی کمپنیاں بھی اسی وقت کے آس پاس اپنے منصوبے عوام کے سامنے لانا چاہتی ہیں۔ گویا یہ خواب حقیقت کے دہانے پر کھڑا ہے، لیکن ابھی مکمل طور پر ہمارے دروازے پر دستک نہیں دیتا۔

مگر خواب کی سب سے حسین بات یہی ہے کہ وہ حقیقت بننے سے پہلے ہمارے دلوں کو مسرور کرتا ہے۔ میں اکثر سوچتی ہوں کہ ہمارے بچے جن کہانیوں میں جن اور پریوں کے قالین پر اڑتے ہیں، کل کو وہ حقیقت میں اپنی اسکول کی راہ آسمان میں تلاش کریں گے۔

جب میں چین کے ان منصوبوں پر نظر ڈالتی ہوں تو دل بے اختیار کراچی کے افق کی طرف کھنچ جاتا ہے۔ ہمارے شہر کی سڑکیں، شور، اور ہجوم۔ اگر کبھی یہاں بھی آسمان پر اُڑتی ٹیکسیاں اتر آئیں تو کیا منظر ہوگا؟

ذرا سوچئے، ایک صبح میں اپنے گھر سے نکلو، اور سڑک کے ہجوم میں گم ہونے کے بجائے ایک چھوٹی سی ٹیکسی میں بیٹھ کر آسمان کی راہ پکڑ لو۔ نیچے سمندر کی لہریں، اوپر بادلوں کے کمرے، اور آپ محض چند منٹ میں دفتر یا یونیورسٹی پہنچ جاؤ۔ یہ تصور ہی دل میں عجب سکون بھر دیتا ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ اڑنے والی ٹیکسی محض سفری سہولت نہیں بلکہ تہذیبی انقلاب ہے۔ یہ وہ لمحہ ہے جب انسان اپنی زمین کی حدیں چھوڑ کر آسمان کی سلطنت کو اپنا نیا وطن بنانے جا رہا ہے۔

2026 وہ سال ہوگا جب چین کے کچھ شہروں میں عوام کے لیے یہ ٹیکسیاں میسر ہوں گی۔ آغاز محدود پیمانے پر ہوگا، مگر یہ ابتدا ہی دنیا کی سمت بدلنے کے لیے کافی ہے۔ کچھ مبصرین کہتے ہیں کہ اگلے دس برسوں میں بڑے شہروں کی ٹریفک آسمان کی راہوں پر منتقل ہو جائے گی۔ میرے دل میں ایک سوال اٹھتا ہے کیا پاکستان بھی اس کارواں میں شامل ہوگا؟ کیا کراچی کے باسی بھی کبھی ان ٹیکسیوں کے ذریعے گلشن سے ڈیفنس یا حیدرآباد تک منٹوں میں سفر کریں گے؟ وقت کا جواب شاید آنے والے برسوں میں ملے، مگر خواب دیکھنے پر تو پابندی نہیں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ کراچی کی صبح ہمیشہ شور کے ساتھ جاگتی ہے۔ کبھی ریڑھی والوں کی صدا، کبھی رکشے کے ہارن، کبھی بسوں کی دھول، اور کبھی ساحل سے اٹھتی نمکین ہوا کی خوشبو۔ میں جب اپنے گھر کی بالکونی سے نیچے دیکھتی تو لگتا تھا کہ پورا شہر ایک ہی وقت میں بھاگنے کی کوشش میں ہے۔ وہاں کا ٹریفک ایسا ہے کہ اگر کوئی شاعر اسے نظم میں بیان کرے تو شاید بحر بھی تنگ پڑ جائے۔

بسوں کے چھتوں پر بیٹھے مسافر، رکشے کی تنگ نشستوں میں سمٹے خاندان، موٹر سائیکل پر ایک ہی وقت میں تین نسلوں کا سفر یہ سب کراچی کی پہچان ہیں۔ ایسے میں اگر میں چین کی سڑکوں پر دوڑتی ان خاموش، برقی گاڑیوں کو دیکھوں تو ترقی کی اصل کوششیں سمجھ میں آتی ہے۔

چین نے نہ صرف اڑن ٹیکسیاں بنائی ہیں بلکہ اپنی سڑکوں پر بھی ایک نئی دنیا بسائی ہے۔ BYD، جو کہ دنیا کی سب سے بڑی الیکٹرک کار ساز کمپنی ہے، ہر سال لاکھوں گاڑیاں بناتی ہے۔ ان کی گاڑیاں بیجنگ اور شینزین کی سڑکوں پر ایسے رواں دواں ہیں جیسے پانی کے دھارے پر کشتیاں۔ NIO اپنی پرکشش SUV گاڑیوں کے ساتھ مشہور ہے، جو ایک کمرہ نما آرام فراہم کرتی ہیں۔ XPeng، جو اڑن ٹیکسیوں کے ساتھ ساتھ زمین

Over 180K Followers on social media now shining in print too

پر دوڑتی برقی گاڑیوں میں بھی شہرت رکھتی ہے، اپنے جدید ڈیزائن اور خودکار ڈرائیونگ کے نظام کے لیے مشہور ہے۔

پھر ہے MotorSAIC، جو MG کے برانڈ کے تحت پاکستان میں بھی اپنی گاڑیاں بیچتا ہے۔ یہ وہی کمپنی ہے جس کی HSMG اور ZSMG کراس اوور گاڑیاں آج کراچی کی سڑکوں پر دوڑتی دکھائی دیتی ہیں۔ کبھی کلفٹن کے کشادہ راستے پر، تو کبھی یونیورسٹی روڈ کے ہجوم میں۔

پاکستان اور چین کے درمیان تجارتی راہیں محض کاغذی نہیں رہیں۔ آج چین سے گاڑیوں کی درآمد نے پاکستان کے بازاروں میں ایک نئی چمک پیدا کر دی ہے۔

MG، DFSK (580 Glory)، Changan (Alsvin، X7Oshan) اور BYD جیسے نام اب عام لوگوں کے کانوں میں گونجنے لگے ہیں۔

کراچی کی بندرگاہ پر جب چینی کنٹینرز آتے ہیں تو ان میں کبھی کھلونے ہوتے ہیں، کبھی موبائل فون، اور اب اکثر برقی یا پٹرول پر چلنے والی گاڑیاں بھی۔ یہ گاڑیاں جب شو رومز میں سجی نظر آتی ہیں تو نوجوان نسل ان کے گرد یوں جمع ہوتی ہے جیسے پرانے وقتوں میں گھوڑوں کے میلوں میں لوگ جا کر اپنے خواب چنا کرتے تھے۔

بندرگاہ کی بھیڑ بھاڑ سے نکل کر جب یہی کنٹینرز شمال کی برفانی راہوں پر دکھائی دیتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے سمندر اور پہاڑ ایک ہی خواب کو اپنے اپنے انداز میں جیتے ہیں۔

شاہراہِ قراقرم کے سنہری پیچ وخم سے گزرتے ہوئے، برف پوش چوٹیوں کے دامن میں ایک نیا منظر ابھرتا ہے۔ اونٹوں اور گھوڑوں کے پرانے قافلے تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔ اب انہی راستوں پر ایک نیا قافلہ ہے۔ چمچماتی چینی گاڑیوں کے کنٹینرز، جو خاموشی سے پاکستان کی سمت بڑھتے چلے آتے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے صدیوں پرانی تجارت نے اپنی شکل بدل لی ہے، ریشم کے گٹھڑوں کی جگہ اب لوہے اور شیشے کے خواب سفر کرتے ہیں۔

یہ گاڑیاں چین کی فیکٹریوں میں تیار ہو کر دو بڑے راستوں سے پاکستان آتی ہیں۔ ایک راستہ خنجراب پاس کا ہے، جہاں برفانی ہوا کے دوش پر نئے دور کی مشینیں سانس لیتی ہیں۔ دوسرا راستہ سمندر کا ہے، جو کراچی کی بندرگاہ پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ وہاں سے یہ گاڑیاں ملک کے ہر شہر میں بکھر جاتی ہیں۔ اسلام آباد کے کشادہ ایونیو ہوں یا لاہور و کراچی کی بھاگتی سڑکیں، سب ان کی منزل ہیں۔

چین کی کارساز کمپنیاں اب پاکستانی خریداروں کے لیے اجنبی نام نہیں رہیں۔

MG، Changan، اور Haval

BAIC جیسے برانڈ آج بازاروں میں عام ہیں۔ ان میں SUVs کی جلالی قامت بھی ہے، سیڈان کی نرمی بھی، اور برقی گاڑیوں (Vehicles Electric) کی نئی امید بھی۔ یہ سب اس بات کی علامت ہے کہ دو ملکوں کی دوستی محض الفاظ میں نہیں، سڑکوں اور منڈیوں میں بھی دھڑکتی ہے۔

تجارت کا رشتہ صرف گاڑیوں تک محدود نہیں۔ چین پاکستان کو پرزے اور آلات بھیجتا ہے اور جواب میں پاکستان اپنی ٹیکسٹائل اور خام مال بیجنگ اور شنگھائی کے بازاروں تک پہنچاتا ہے۔

یوں یہ لین دین صرف سرمایہ کا نہیں بلکہ بھروسے اور رشتوں کا بھی ہے۔

اگر کوئی شخص اسی سفر میں شامل ہونا چاہے تو اس کے لیے بھی راستہ کھلا ہے، مگر یہ راستہ ہمت اور سمجھ بوجھ مانگتا ہے۔ سب سے پہلے چین کی کسی کمپنی یا ڈیلر سے معاہدہ کرنا ہوگا۔ پھر پاکستان کی درآمدی پالیسی اور کسٹم ڈیوٹی کو سمجھنا ہوگا، جو ہر گاڑی پر الگ الگ لاگو ہوتی ہیں۔ اس کے بعد کراچی کی بندرگاہ یا خنجراب پاس سے گاڑی کی کلیئرنس کر کے مقامی منڈی تک لانی ہوتی ہے۔ یہ مرحلے آسان نہیں، مگر مستقل مزاجی اور سرمایہ انہیں ممکن بنا دیتے ہیں۔

یوں شاہراہِ قراقرم اور سمندر کی لہریں آج بھی وہی پرانا کام کر رہی ہیں۔ قافلے لانے اور قافلے لے جانے کا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اب قافلے کے شتر اور گھوڑے بدل گئے ہیں۔ اب ان کی جگہ نئی گاڑیاں ہیں جو پہیوں پر دوستی، تجارت اور ترقی کا پیغام لیے پاکستان کی زمین پر اترتی ہیں۔

یہ منظر صرف تجارت کا نہیں، وقت کی رفتار کا استعارہ بھی ہے۔ پہاڑوں کے سائے اور سمندر کی ہوا کے بیچ دو ملکوں کے خواب ایک دوسرے سے جڑتے ہیں، اور آنے والا کل ان خوابوں کی تعبیر کا وعدہ کرتا ہے۔

وقت کے چلتے قدم، چاہے وہ پہاڑوں کی خاموشی میں ہوں یا شہر کی صبح کی دھند میں، ایک ہی داستان سناتے ہیں۔ خواب اور حقیقت کا ملاپ، زمین اور آسمان دونوں میں جاری ہے۔

جب میں صبح کی دھند میں شینزین کی کسی بلند عمارت کی چھت پر کھڑی ہوتی ہوں، تو نیچے سڑکوں کی ہجوم بھری دنیا نظر آتی ہے۔ ٹریفک لائٹس کے انتظار میں رکشے، الیکٹرک بسیں، اور موٹر سائیکلیں، ساتھ ہی پیدل چلتے لوگ، سب ایک عجیب سی سمفنی بناتے ہیں۔ بلند و بالا فلک بوس عمارتیں، روشن بلب، اور بیجنگ کی روشنیوں کے درمیان یہ شور اور ہلچل ایک منفرد زندگی کا احساس دلاتی ہے۔ میں سوچتی ہوں، اگر کل یہ سفر آسمان کی طرف منتقل ہو جائے، اور اڑن ٹیکسیوں کی قطاریں فضا میں چلیں، تو کیا یہ منظر پرسکون ہوگا یا پھر ہوا میں بھی شور اور بھاگ دوڑ بڑھ جائے گی؟

دنیا کے کئی ممالک اب مل کر آسمان پر انسان کی راہیں ہموار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ امریکہ میں Joby اور Archer کے ماڈل شہری ایئر ٹیکسی کے لیے تجرباتی پروازیں کر رہے ہیں۔ یورپ کی Volocopter اور Lilium کمپنیوں نے چھتوں اور عمارتوں کے درمیان vertiport بنانے کا منصوبہ بنایا ہے۔ جاپان اور جنوبی کوریا اپنی حکومت کے منصوبوں کے تحت شہری فلائٹس کی تیاری میں مصروف ہیں۔ دبئی اور ابوظہبی نے اپنے آسمان کے افق کو ایک نیا نقشہ دینے کی ٹھانی ہے۔ میں جب ان خبروں کو پڑھتی ہوں تو دل میں خوشی بھی ہوتی ہے اور ایک ہلکی سی فکرمندی بھی۔

یہ خوشی اس لیے کہ انسان کی چاہت اور محنت ایک ساتھ چل رہی ہے۔ ہر ملک ایک دوسرے کے تجربے سے سیکھ رہا ہے، قوانین بنا رہا ہے، اور ٹیکنالوجی کے میدان میں تعاون کر رہا ہے۔ مگر فکرمندی اس لیے کہ کیا یہ آسمان بھی زمین کی طرح رش اور آلودگی کا شکار نہ ہو جائے؟ کیا ٹیکسیوں کے پہیے، propellers، اور برقی توانائی کے شور سے وہ پرسکون نیلا آسمان جو بچپن میں مجھے پرندوں کے ساتھ جھولوں پر دیکھا تھا، تبدیل ہو جائے گا؟

میں تصور کرتی ہوں، اگر کل کے آسمان میں ایک شہر کے اوپر سو ٹیکسیز بادلوں کی طرح اڑتی ہوں، تو وہ منظر کیسا ہوگا۔ کیا ہوا میں بھی ٹریفک جام ہوگا؟ کیا برقی شور اور روشنیوں کی گھن گرج، زمین کے شور کے ساتھ مل کر ایک نئی افراتفری پیدا کرے گی؟

چین اس میدان میں سب سے آگے ہے، مگر وہ بھی عالمی تعاون میں شریک ہے۔ مختلف ممالک کے ماہرین تجربے بانٹ رہے ہیں، قوانین پر مشورے دے رہے ہیں، اور شہری فضاؤں کے لیے protocolssafety مرتب کر رہے ہیں۔ یہ سب انسان کی مشترکہ کوشش ہے کہ آسمان کی آزادی زمین کی ناہمواری اور قید سے الگ ہو۔

دل میں خیال آتا ہے کہ شاید یہی انسانی تاریخ کا نیا سفر ہے۔ جیسے صدیوں پہلے ریل اور کار نے زمین پر نئی راہیں بنائیں، ویسے ہی آج یہ اڑتی ہوئی ٹیکسیز آسمان میں ایک نئی تہذیب کے نقوش چھوڑ رہی ہیں۔ مگر یہ تہذیب ذمہ داری کے بغیر ادھوری ہے۔ آسمان کی آزادی کے ساتھ ہمیں اس کی حفاظت بھی سیکھنی ہوگی۔

میں چھت پر کھڑی، افق کی طرف دیکھ کر سوچتی ہوں کہ کل کے بچے، جو آج کہانیوں میں پرندوں کے ساتھ اڑتے ہیں، وہ یہ نیا سفر حقیقت میں دیکھیں گے۔ اور وہ بھی شاید اسی طرح حیران رہ جائیں، جس طرح میں آج ان خبروں کو پڑھ کر دل کی دھڑکن تیز ہوتی محسوس کر رہی ہوں۔

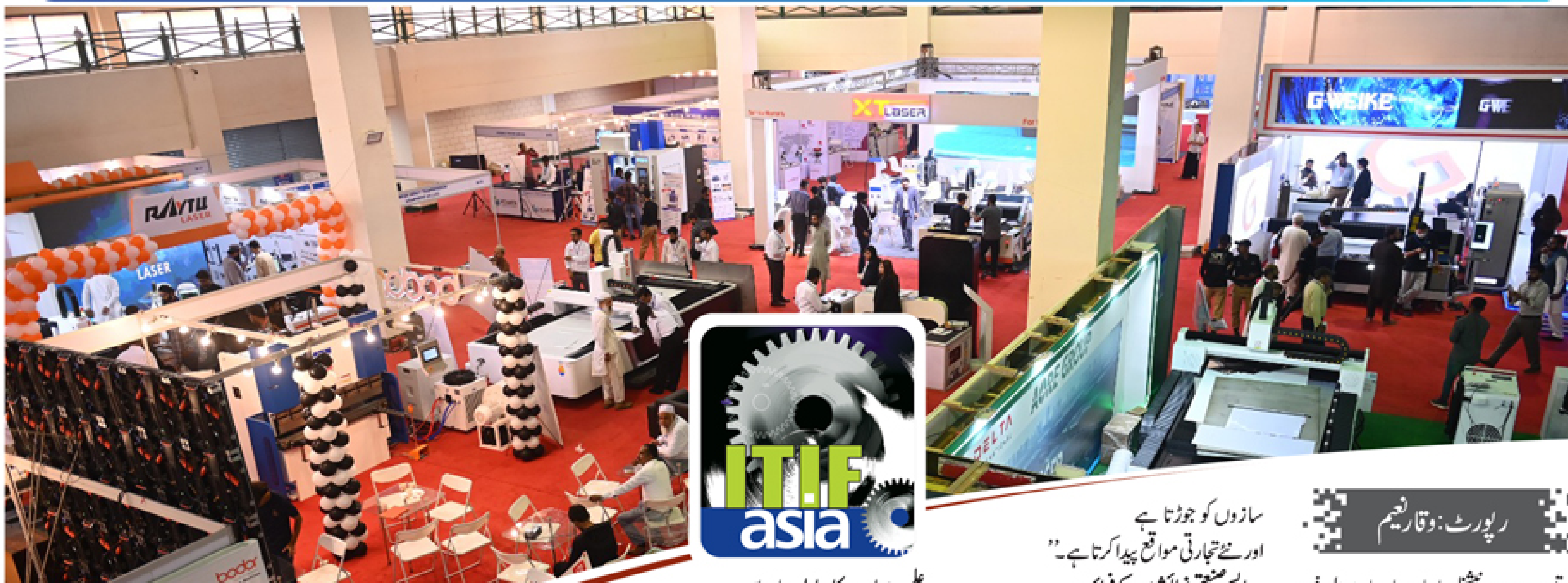

آئی ٹی آئی ایف ایشیا2025، پاکستان کی صنعتی ترقی کی نئی سمت

عالمی نمائش کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر، ہزاروں شرکاء اور نئی شراکت داریاں قائم

رپورٹ: وقار نعیم

تین روزہ انٹرنیشنل ٹریڈ اینڈ انڈسٹریل فیئر (آئی ٹی آئی ایف ایشیا 2025) ایکسپو سینٹر کراچی میں کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔ اس بین الاقوامی نمائش کا افتتاح مہمان خصوصی انجینئر خدابخش، چیف ایگزیکٹو انجینئرنگ ڈویلپمنٹ بورڈ (EDB) نے کیا تھا۔

نمائش میں 185 سے زائد اسٹالز لگائے گئے، جن میں سے 65 بین الاقوامی کمپنیوں کے تھے۔ چین، بیلاروس، جرمنی اور سعودی عرب سمیت کئی ممالک نے بھرپور شرکت کی۔ تین دنوں میں 42 ہزار سے زائد تجارتی خریدار اور ماہرین نے ایونٹ کا دورہ کیا اور صنعت، توانائی اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں مواقع تلاش کیے۔

شعبہ جاتی جھلکیاں

ہال نمبر 1: شمسی توانائی اور الیکٹرک وہیکلز کی صنعت پر توجہ دی گئی، جہاں مستقبل کی ٹیکنالوجیز اور پائیدار توانائی کے حل پیش کیے گئے۔

ہال نمبر 2: صنعتی شعبے میں سی این سی لیزر مشینری، مائننگ، آئل اینڈ گیس اور مشین ٹولز کی نمائش کی گئی۔

صنعت کے ماہرین کا مؤقف

آئی ٹی آئی ایف ایشیا کے گروپ ڈائریکٹر عمیر نظام نے کہا:

گروپ ڈائریکٹر ای کامرس گیٹ وے محمد عمیر نظام

''یہ نمائش محض ایک ایونٹ نہیں بلکہ صنعتی ترقی اور عالمی تعاون کا ایک سنگِ میل ہے۔ یہ پلیٹ فارم جدت کاروں، صنعت کاروں اور پالیسی سازوں کو جوڑتا ہے اور نئے تجارتی مواقع پیدا کرتا ہے۔''

ایسی صنعتی نمائشوں کے فوائد

آئی ٹی آئی ایف ایشیا جیسی بین الاقوامی نمائشیں صرف ایک شوکیس کا کردار ادا نہیں کرتیں بلکہ ان کے کئی عملی فوائد ہوتے ہیں

ٹیکنالوجی کی منتقلی: مقامی صنعتیں جدید عالمی ٹیکنالوجیز سے واقف ہوتی ہیں اور انہیں اپنا کر اپنی پیداواری صلاحیت بڑھاتی ہیں۔

برآمدات کا فروغ: پاکستانی مصنوعات اور خدمات کو عالمی خریداروں تک پہنچانے کا بہترین موقع ملتا ہے۔

سرمایہ کاری کے امکانات: غیر ملکی سرمایہ کار مقامی صنعتوں کے ساتھ شراکت داری میں دلچسپی لیتے ہیں، جس سے نئی سرمایہ کاری کے دروازے کھلتے ہیں۔

روزگار کے مواقع: نئی صنعتوں اور کاروباری شراکت داریوں کے نتیجے میں مقامی سطح پر روزگار پیدا ہوتا ہے۔

علم و مہارت کا تبادلہ: ماہرین اور پالیسی سازوں کے درمیان مکالمہ نئے خیالات اور حل سامنے لاتا ہے، جس سے پالیسی سازی اور صنعتی منصوبہ بندی بہتر ہوتی ہے۔

ملکی ساکھ میں اضافہ: اس طرح کی عالمی نمائشیں پاکستان کو ایک مستحکم اور ترقی پذیر صنعتی مرکز کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کرتی ہیں۔

مستقبل کی سمت

آئی ٹی آئی ایف ایشیا2025 نے یہ ثابت کیا کہ پاکستان جنوبی ایشیا کا ایک اہم صنعتی اور تجارتی مرکز بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس نمائش کے ذریعے جہاں عالمی کمپنیاں مقامی مارکیٹ سے متعارف ہوئیں، وہیں پاکستانی صنعت کو بھی بین الاقوامی سطح پر نئی پہچان ملی۔ اس موقع پر کنزیومر واچ نے ای کامرس گیٹ وے کے گروپ ڈائریکٹر محمد عمیر نظام سے گفتگو کی جو قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے

سوال: اس ایونٹ کے مقاصد کیا ہیں؟

جواب: اس ایونٹ کا بنیادی مقصد ملکی و غیر ملکی کاروباری اداروں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنا ہے تاکہ تجارت، سرمایہ کاری اور صنعتی ترقی کو فروغ دیا جا سکے۔ اس کے ذریعے لوکل برانڈز کو عالمی مارکیٹ تک رسائی ملتی ہے اور نئے کاروباری روابط استوار ہوتے ہیں۔

سوال: اسٹالوں کی تعداد کتنی ہے؟

جواب: اس سال کے ایونٹ میں کل 185 سے زائد اسٹالز لگائے گئے ہیں، جن میں مقامی اور بین الاقوامی کمپنیاں شامل ہیں۔

سوال: کوئی نئی چیز جو پچھلے ایونٹ سے مختلف ہوئی؟

جواب: اس سال ہم نے ڈیجیٹل نمائش، ورچوئل ریئلٹی اسٹیشنز، اور گرین ٹیکنالوجی زون کا اضافہ کیا ہے جو گزشتہ سال موجود نہیں تھے۔ اس کے علاوہ، اس بار اسٹارٹ اپس کے لیے الگ زون مختص کیا گیا ہے۔

سوال: کون کون سی شخصیات آئیں؟

جواب: ایونٹ میں وفاقی وزراء، بین الاقوامی مندوبین، معروف صنعت کار، اور کاروباری شخصیات نے شرکت کی۔

سوال: شرکا کے کیا خیالات تھے؟

جواب: تمام معزز مہمانوں نے ایونٹ کے اعلی معیار کو سراہا۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ ایونٹ پاکستان میں صنعتی ترقی اور بین الاقوامی سرمایہ کاری کے لیے ایک روشن مثال ہے۔ بعض غیر ملکی مہمانوں نے کہا کہ وہ آئندہ برس اپنی کمپنیوں کے ساتھ بھرپور شرکت کریں گے۔

سوال: اس ایونٹ سے پاکستان کی معیشت پر کیا مثبت اثرات مرتب ہوں گے؟

جواب: یہ ایونٹ نہ صرف پاکستان کی ساکھ کو بین الاقوامی سطح پر مضبوط کرتا ہے بلکہ براہ راست سرمایہ کاری، برآمدات میں اضافے، اور روزگار کے نئے مواقع پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ کئی مقامی صنعتوں کو بیرون ملک سے آرڈرز بھی ملے ہیں۔

سوال: سرکاری سطح پر کیا تعاون آپ کو ملتا ہے؟

جواب: حکومت پاکستان کی جانب سے مکمل تعاون حاصل ہوتا ہے، جس میں وزارت تجارت، سرمایہ کاری بورڈ، اور دیگر متعلقہ ادارے شامل ہیں۔ ان کی شراکت داری کے بغیر اس نوعیت کا ایونٹ ممکن نہیں۔

سوال: کیا یہاں پر سرکاری سطح پر ڈیسک رکھی جاتی ہے؟

جواب: جی ہاں، حکومت کے مختلف محکموں کے لیے علیحدہ انفارمیشن ڈیسک قائم کیے گئے ہیں تاکہ مندوبین کو ضروری معلومات اور سہولیات بہم پہنچائی جاسکیں۔

سوال: کتنے غیر ملکی اسٹال تھے؟

جواب: اس سال غیر ملکی کمپنیوں نے اپنے اسٹالز لگائے، جن کا تعلق چین، ترکی، سعودی عرب، جرمنی، اور دیگر ممالک سے تھا۔

سوال: اس کے علاوہ کوئی اور اضافی انفارمیشن جو آپ دینا چاہتے ہیں؟

جواب: اس سال ہم نے ایونٹ کی کوریج کے لیے ایک خصوصی میڈیا لاؤنج قائم کیا تھا، جس میں قومی و بین الاقوامی میڈیا ادارے موجود تھے۔ مزید یہ کہ، ہم نے Young Entrepreneurs Pavilion کا آغاز کیا تاکہ نوجوان کاروباری افراد کو بھی اپنی مصنوعات اور آئیڈیاز پیش کرنے کا موقع ملے۔

نئے این ایف سی ایوارڈ پر وفاقی حکومت کی حکمت عملی

کنزیومرواچ نیوز

داخلی مشاورت کا آغاز اور اہم تجاویز

وفاقی حکومت نے نئے این ایف سی ایوارڈ پر باضابطہ مذاکرات شروع ہونے سے قبل اپنے موقف کو حتمی شکل دینے کے لیے داخلی سطح پر مشاورت کا آغاز کر دیا ہے۔ وزارت خزانہ میں ہونے والے وزارتی اجلاس میں مستقبل کی حکمت عملی کے مختلف پہلوؤں پر غور کیا گیا۔ اس عمل کا مقصد وفاقی اور صوبائی سطح پر وسائل کی تقسیم کے نظام کو ازسرنو تشکیل دینا ہے تاکہ بڑھتے ہوئے مالی خسارے، قرضوں کے بوجھ اور ترقیاتی تقاضوں کو متوازن کیا جاسکے۔

پس منظر: ساتواں این ایف سی ایوارڈ اور موجودہ صورتحال

پاکستان میں ساتواں این ایف سی ایوارڈ 2010 میں سامنے آیا تھا، جس کے تحت صوبوں کا قابل تقسیم پول میں حصہ 57.5 فیصد مقرر کیا گیا۔ اسی ایوارڈ کے تحت خیبر پختونخوا کو دہشتگردی کے خلاف جنگ کے اثرات کے ازالے کے لیے ایک فیصد اضافی حصہ دیا گیا۔ اس ایوارڈ نے وسائل کی بڑی منتقلی صوبوں کی طرف کی، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مرکز پر اخراجات کا دباؤ بڑھتا گیا۔ آج سولہ برس بعد مرکز یہ موقف اختیار کر رہا ہے کہ صوبوں کو دیے گئے زیادہ وسائل نے وفاقی بجٹ پر بوجھ بڑھایا ہے، اور کئی اخراجات جو بنیادی طور پر صوبائی دائرہ کار میں آتے ہیں، وہ وفاق کو برداشت کرنا پڑ رہے ہیں۔

وفاقی حکومت کے زیر غور آپشنز

.1 کارکردگی سے مشروط حصہ

ایک اہم تجویز یہ ہے کہ صوبائی شیئر کا دسواں حصہ سماجی و ماحولیاتی کارکردگی سے مشروط کیا جائے۔ یعنی تعلیم، صحت، آبادی کے انتظام اور ماحولیات میں بہتری دکھانے والے صوبوں کو زیادہ وسائل ملیں۔ یہ تناسب 10 سے 15 فیصد تک رکھا جاسکتا ہے۔

.2 ڈیموں اور قومی سلامتی سے منسلک منصوبے

ایک اور آپشن یہ ہے کہ قابل تقسیم پول سے کچھ حصہ بڑے ڈیموں کی تعمیر اور اعلیٰ تعلیم کے لیے مختص کیا جائے۔ اس تجویز کا

جواز یہ پیش کیا جا رہا ہے کہ پانی کی قلت اور توانائی کے بحران کے باعث ڈیموں کی تعمیر قومی سلامتی سے جڑا معاملہ ہے، لہٰذا صوبوں کو بھی اس میں شراکت داری کرنی چاہیے۔

.3 وفاقی و خصوصی علاقوں کے لیے فنڈز

وفاقی حکومت چاہتی ہے کہ این ایف سی ایوارڈ کے تحت وفاقی علاقوں، گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر کے لیے بھی ایک حصہ رکھا جائے۔ فی الحال ان علاقوں کی ذمہ داری مرکز پر ہے، لیکن وسائل کی کمی کے باعث وفاق اس بوجھ کو صوبوں کے ساتھ

بانٹنے پر غور کر رہا ہے۔

.4 مقامی حکومتوں کو وسائل کی منتقلی

اجلاس میں ایک تجویز یہ بھی سامنے آئی کہ صوبوں کے حصے کو مقامی حکومتوں تک منتقلی سے مشروط کیا جائے تاکہ اختیارات اور وسائل نچلی سطح تک پہنچ سکیں۔

.5 بی آئی ایس پی کی صوبوں کو منتقلی

وفاقی حکومت نے یہ تجویز بھی دی ہے کہ بینظیر انکم سپورٹ پروگرام کو صوبوں کے حوالے کر دیا جائے، کیونکہ یہ ایک سماجی فلاحی اسکیم ہے جو آئین کے مطابق صوبائی دائرہ اختیار میں آتی ہے۔

.6 آبادی کی بنیاد پر تناسب میں کمی

موجودہ نظام کے تحت وسائل کی تقسیم کا 82 فیصد حصہ آبادی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ حکومت یہ تناسب کم کرنے پر غور کر رہی ہے، تاکہ دیگر عوامل مثلاً ٹیکس وصولی، غربت کی شرح اور پسماندگی کو زیادہ

وزن دیا جاسکے۔ یہ تجویز پنجاب کے لیے نسبتاً قابل قبول ہو سکتی ہے، کیونکہ پنجاب آبادی کے تناسب سے سب سے بڑا حصہ حاصل کرتا ہے۔

صوبوں کا ممکنہ ردعمل

ذرائع کے مطابق سندھ نے پہلے ہی وفاقی وزیر

منصوبہ بندی کی تجاویز پر اعتراضات اٹھائے ہیں، جب کہ پنجاب کی جانب سے بھی سخت ردعمل متوقع ہے۔ صوبے اپنے حصے میں کسی بھی کمی کو اپنے مالی اختیارات اور خودمختاری کے خلاف سمجھتے ہیں۔

خیبر پختونخوا کو بھی اپنی خصوصی گرانٹ کے تحفظ کی فکر ہے، جو اسے دہشتگردی کے خلاف جنگ کے اثرات کے ازالے کے لیے دی جاتی رہی ہے۔ بلوچستان کی صورتِ حال بھی مختلف نہیں، کیونکہ وہاں ترقیاتی اور سماجی مسائل زیادہ سنگین ہیں۔

وفاقی حکومت کی مشکلات

مرکز کو ایک بڑے چیلنج کا سامنا ہے:

قرضوں کا بوجھ: آئندہ پانچ برسوں میں سرکاری قرضوں اور بجٹ خسارے میں نمایاں اضافہ متوقع ہے۔

اخراجات کا دباؤ: وہ اخراجات جو بنیادی طور پر صوبوں کی ذمہ داری ہیں، مرکز کو کرنے پڑتے ہیں۔

وسائل کی کمی: محصولات کی وصولی میں اضافہ نہ ہونے کے باعث وفاق کے لیے دفاعی اور ترقیاتی دونوں اخراجات پورے کرنا مشکل ہو رہا ہے۔

این ایف سی ایوارڈ اور قومی یکجہتی

این ایف سی ایوارڈ صرف مالی معاملہ نہیں بلکہ قومی یکجہتی اور فیڈریشن کے استحکام سے جڑا مسئلہ ہے۔ ماضی میں بھی یہ ایوارڈ صوبوں اور مرکز کے درمیان اعتماد کے فقدان کا باعث رہا ہے۔ اس بار بھی اگر وفاق اپنے موقف پر سختی سے ڈٹا رہا اور صوبے مزاحمت کرتے رہے تو ایک نیا سیاسی بحران جنم لے سکتا ہے۔

ماہرین کی رائے

ماہرین معاشیات کے مطابق این ایف سی ایوارڈ میں اصلاحات وقت کی ضرورت ہیں، لیکن انہیں سیاسی اتفاق رائے کے ساتھ نافذ کیا جانا چاہیے۔ یکطرفہ فیصلے نہ صرف وفاق اور صوبوں کے درمیان تعلقات کو متاثر کریں گے بلکہ اقتصادی استحکام کو بھی خطرے میں ڈال سکتے ہیں۔

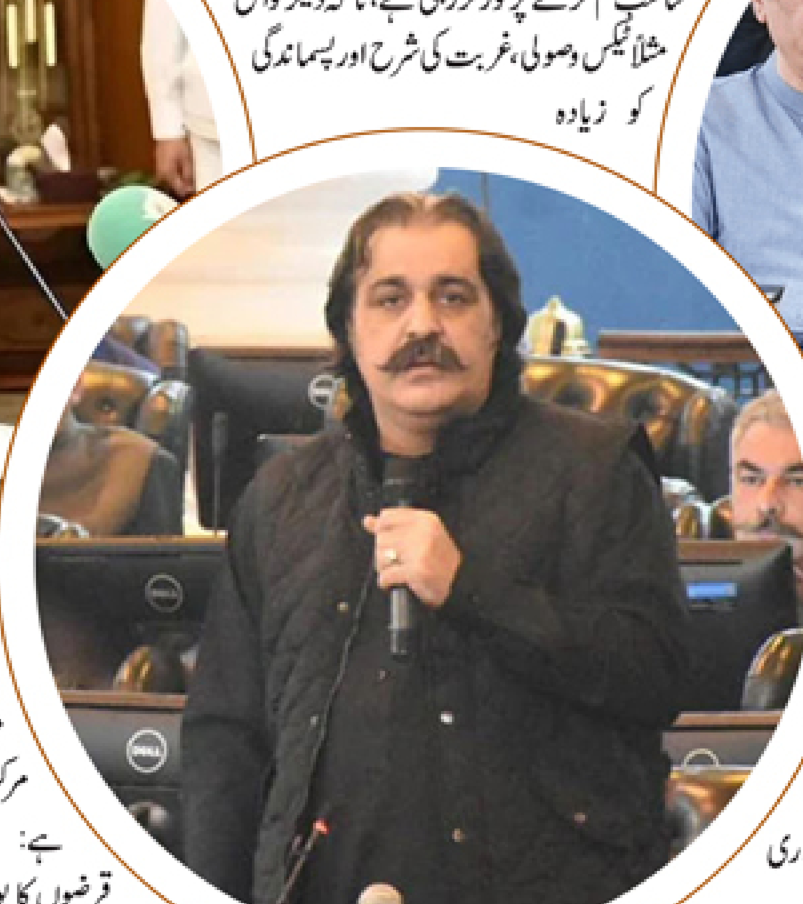

وفاقی حکومت نے نئے این ایف سی ایوارڈ پر اپنی پوزیشن واضح کرنے کے لیے داخلی سطح پر مشاورت کا آغاز کر دیا ہے۔ مختلف آپشنز زیر غور ہیں، جن میں کارکردگی سے مشروط وسائل، ڈیموں کی تعمیر، وفاقی علاقوں کے لیے فنڈز، اور بی آئی ایس پی کی صوبوں کو منتقلی شامل ہیں۔ تاہم صوبوں کی ممکنہ مزاحمت اور سیاسی دباؤ اس پورے عمل کو پیچیدہ بنا سکتا ہے۔

آئندہ ہفتے وفاقی وزراء کا مزید اجلاس متوقع ہے، جس کے بعد سرکاری موقف کو حتمی شکل دے کر این ایف سی مذاکرات میں پیش کیا جائے گا۔ یہ فیصلہ پاکستان کی آئندہ پانچ سے دس سال کی مالی سمت متعین کرے گا۔

ریکوڈک منصوبہ پاکستان کی معدنی معیشت کے لیے ایک نیا دور

کنزیومرواچ رپورٹ

اے ڈی بی کا 41 کروڑ ڈالر کا پیکیج

ایشیائی ترقیاتی بینک (اے ڈی بی) نے پاکستان کے تاریخی ریکوڈک کاپر گولڈ مائن منصوبے کے لیے 41 کروڑ ڈالر کے مالیاتی پیکیج کی منظوری دے دی ہے۔ اس پیکیج کے تحت 30 کروڑ ڈالر قرض کی صورت میں فراہم کیے جائیں گے جبکہ بلوچستان حکومت کو ایکویٹی کی مد میں 11 کروڑ ڈالر کی کریڈٹ گارنٹی دی جائے گی۔ ماہرین کے مطابق یہ قدم نہ صرف منصوبے کو رفتار دینے میں مددگار ہوگا بلکہ عالمی سطح پر سرمایہ کاروں کے اعتماد کی بحالی میں بھی اہم کردار ادا کرے گا۔

منصوبے کی ملکیت اور شراکت داری

ریکوڈک منصوبے میں عالمی سطح پر شہرت یافتہ کمپنی بیریک گولڈ کے پاس 50 فیصد حصص ہیں، جبکہ بلوچستان حکومت اور وفاقی حکومت کے تین ادارے بقیہ 50 فیصد حصص میں برابر کے شریک ہیں۔ اس شراکت داری ماڈل کو ایک "پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ" کے طور پر دیکھا جا رہا ہے جو نہ صرف پاکستان بلکہ خطے میں کان کنی کے منصوبوں کے لیے ایک مثال بن سکتا ہے۔

ریکوڈک دنیا کی پانچویں بڑی کاپر مائن

ایشیائی ترقیاتی بینک کے اعلامیے کے مطابق منصوبہ مکمل ہونے پر ریکوڈک دنیا کی پانچویں بڑی کاپر مائن ہوگی۔ پہلے مرحلے میں اس سے اوسط سالانہ 8 لاکھ ٹن تانبے کی پیداوار متوقع ہے، جبکہ سونے کی پیداوار بھی نمایاں ہوگی۔ یہ منصوبہ پاکستان کو عالمی معدنیاتی نقشے پر نمایاں مقام دلا سکتا ہے۔

ریکوڈک کا پس منظر اور تنازعات

ریکوڈک بلوچستان کے ضلع چاغی میں واقع ہے جہاں 1970 کی دہائی میں تانبے اور سونے کے وسیع ذخائر دریافت ہوئے۔ 1990 کی دہائی میں حکومت بلوچستان نے غیر ملکی کمپنیوں کو کان کنی کے معاہدے دیے، مگر 2011 میں سپریم کورٹ نے اس معاہدے کو کالعدم قرار دے دیا۔ اس کے نتیجے میں عالمی ثالثی عدالت (ICSID) نے پاکستان پر 6 ارب ڈالر جرمانہ عائد کیا۔

یہ معاملہ پاکستان کے لیے بڑا سفارتی اور مالی چیلنج بن گیا، تاہم 2022 میں حکومتِ پاکستان اور بیریک گولڈ کے درمیان نئے معاہدے کے تحت یہ تنازع ختم ہوا اور سرمایہ کاری کی راہیں دوبارہ کھل گئیں۔

عالمی سرمایہ کاری اور امریکا کی دلچسپی

حالیہ برسوں میں امریکا نے بھی پاکستانی معدنی شعبے میں دلچسپی ظاہر کی ہے۔ خاص طور پر حالیہ ٹیرف معاہدے کے بعد پاکستان کے لیے امریکی منڈیوں تک رسائی آسان ہوگئی ہے۔ امریکا نے ریفائنڈ تانبے کو 50 فیصد درآمدی ٹیرف سے مستثنیٰ کر دیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان اگر ویلیو ایڈڈ (ریفائنڈ) تانبا برآمد کرے تو اسے براہِ راست فائدہ ہوگا۔ اس اقدام کے بعد پاکستانی حکام کو توقع ہے کہ امریکی سرمایہ کار بھی ریکوڈک سمیت دیگر معدنی منصوبوں میں دلچسپی لیں گے۔

معاشی اہمیت

پاکستان کی معیشت زرمبادلہ کی کمی، تجارتی خسارے اور قرضوں کے بوجھ جیسے مسائل کا شکار ہے۔ ایسے میں ریکوڈک منصوبہ کئی حوالوں سے گیم چینجر ثابت ہوسکتا ہے۔

تانبے اور سونے کی برآمدات سے سالانہ اربوں ڈالر کا زرمبادلہ حاصل ہوگا۔

منصوبے سے ہزاروں براہِ راست اور لاکھوں بالواسطہ ملازمتوں کے مواقع پیدا ہوں گے۔

مقامی صنعت کو کان کنی کے سامان، تعمیرات اور توانائی کی کھپت سے تقویت ملے گی۔

بلوچستان میں سماجی ترقی کے نئے مواقع پیدا ہوں گے، خصوصاً تعلیم، صحت اور بنیادی ڈھانچے کے شعبے میں۔

بلوچستان کے عوام کے لیے موقع یا خدشہ؟

بلوچستان کے عوام طویل عرصے سے مطالبہ کرتے رہے ہیں کہ صوبے کے وسائل پر پہلا حق مقامی آبادی کا ہونا چاہیے۔ ماضی کے منصوبوں میں مقامی لوگوں کو خاطر خواہ فائدہ نہیں ملا، جس سے مزاحمت اور بداعتمادی پیدا ہوئی۔ اس بار بیریک گولڈ اور حکومت نے اعلان کیا ہے کہ:

مقامی افراد کو ترجیحی بنیاد پر ملازمت دی جائے گی۔ بنیادی ڈھانچے جیسے سڑکیں، بجلی اور پانی کی سہولت فراہم کی جائے گی۔

ماحولیاتی تحفظ کے لیے عالمی معیارات پر عمل ہوگا۔

اگر یہ وعدے عملی شکل اختیار کرتے ہیں تو ریکوڈک واقعی بلوچستان کے عوام کے لیے ترقی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

ماحولیاتی خدشات

کان کنی کے منصوبوں میں ماحولیاتی اثرات ایک اہم موضوع ہیں۔ ریکوڈک میں کھدائی، کیمیکلز کا استعمال اور پانی کی کھپت ماحول کے لیے خطرہ بن سکتی ہے۔ ماہرین اس بات پر زور دیتے ہیں کہ منصوبہ بین الاقوامی ماحولیاتی اصولوں کے مطابق چلایا جائے تاکہ مستقبل میں کسی بحران سے بچا جا سکے۔ بیریک گولڈ نے یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ عالمی سطح کے ماحولیاتی اقدامات کو یقینی بنائے گی۔

ریکوڈک اور پاکستان کی معدنی معیشت

ریکوڈک منصوبہ اگر کامیابی سے مکمل ہوا تو یہ پاکستان کی معدنی پالیسی کے لیے بھی ایک ماڈل بن سکتا ہے۔ پاکستان میں تانبے، سونے، لوہے، کوئلے اور نایاب معدنیات کے ذخائر موجود ہیں مگر وہ اب تک پوری طرح استعمال نہیں ہو سکے۔ ماہرین کے مطابق:

پاکستان کی معدنی صنعت ملکی جی ڈی پی کا صرف 3 فیصد ہے، جو بھارت میں 7 فیصد اور آسٹریلیا میں 8 فیصد تک ہے۔

ریکوڈک جیسے منصوبے پاکستان کی برآمدات کا ڈھانچہ بدل سکتے ہیں جو اس وقت زیادہ تر ٹیکسٹائل پر انحصار کرتا ہے۔

معدنی وسائل کی بہتر حکمت عملی پاکستان کو ''ریسورس بیسڈ اکانومی'' کی طرف لے جا سکتی ہے۔

اگلے 20 سال کا منظرنامہ

ریکوڈک منصوبہ صرف ایک کان کنی کا پراجیکٹ نہیں بلکہ پاکستان کے معاشی مستقبل کی ایک جھلک ہے۔ ماہرین کا اندازہ ہے کہ اگلے 20 سالوں میں یہ منصوبہ پاکستان کو سالانہ 5 سے 6 ارب ڈالر زرمبادلہ فراہم کر سکتا ہے۔ بلوچستان میں معاشی سرگرمیوں کو کئی گنا بڑھا سکتا ہے۔ توانائی، ٹرانسپورٹ اور تعمیرات کے شعبوں میں بالواسطہ ترقی کو فروغ دے گا۔ پاکستان کو عالمی سطح پر معدنیات کی مارکیٹ میں ایک اہم کھلاڑی بنا سکتا ہے۔

ریکوڈک منصوبہ پاکستان کے لیے ایک تاریخی موقع ہے۔ اے ڈی بی کا 41 کروڑ ڈالر کا پیکیج اس منصوبے کو عالمی سطح پر ایک نئی شناخت دے رہا ہے۔ اگر حکومت شفافیت، مقامی شمولیت اور ماحولیاتی تقاضوں کو یقینی بناتی ہے تو ریکوڈک نہ صرف بلوچستان بلکہ پورے پاکستان کے لیے معاشی انقلاب لا سکتا ہے۔

Over 180K Followers on social media now shining in print too

شارجہ میں بزمِ اعظم گڑھ کا بین الاقوامی مشاعرہ

جہانِ امریکا
حمیرا گُل تشنہ

ادب اور ثقافت کی دنیا میں کچھ نام ایسے ہوتے ہیں جو اپنے اندر ایک پوری تہذیب، تاریخ اور روایت کا نور سموئے ہوتے ہیں۔ اُردو شاعری کی دنیا میں "اعظم گڑھ" کا نام ایسے ہی ایک روشن مینار کی مانند ہے جس کی روشنی کی اک کرن "دانش ضیا" نے ہندوستان سے نکل کر پوری دنیا کو اپنی ضیا سے منور کیا ہے۔ اور جب بات ہو شارجہ کے شاہی اور پرشکوہ مشاعرے کی، تو 23 اگست 2025 میں ہونے والے اس مشاعرے میں دنیا بھر کے عظیم شعرا، جن میں فہیم اختر (یوکے)، شکیل عظمی، جوہر کانپوری، شبینہ ادیب، حامد بھوسا والی، عزم شاکر، حمیرا گُل تشنہ (امریکا)، پرویز اختر، افضل منگلوری، فیض خلیل آبادی، مکیش اعظمی، اختر اعظمی، طارق جمال، بھون موہنی، جہانوی سیگل، اشیکا چندیلیہ اور حنا عباس شامل ہیں۔ جبکہ نظامت کے فرائض معروف رائے بریلوی نے ادا کیے۔ تو وہاں "بزمِ اعظم گڑھ" ایک ایسی پہچان بن گئی ہے جو نہ صرف اپنے کل کے ورثے پر فخر کرتی ہے بلکہ اپنے آج کے جوہر سے دنیا کو متاثر بھی کرتی ہے۔

اعظم گڑھ، جو اتر پردیش کا ایک ضلع ہے، کو اتفاق سے نہیں بلکہ اپنی ادبی اور شعری روایت کی وجہ سے "شہرِ شعر و ادب" کہا جاتا ہے۔ یہ وہ دھرتی ہے جس نے ایسے عظیم الشان شعرا پیدا کیے جنہوں نے اُردو غزل اور نظم کو نئے آہنگ، نئے اسلوب اور نئے معنی عطا کیے۔ حسرت موہانی جیسے عاشقِ رسول اور انقلابی شاعر کا تعلق اسی خطے سے تھا، جن کی شاعری آزادی کی جدوجہد کا نقیب بھی تھی اور عشق ومحبت کا استعارہ بھی۔ ان کے علاوہ بھی کئی نام ہیں جنہوں نے اعظم گڑھ کو ادبی نقشے پر روشن کیا۔ یہی وہ بنیاد ہے جس پر آج کی نسل کھڑی ہے۔ یہاں کی فضا میں شعر و سخن کی معطر کیفیات بسی ہوئی ہیں۔ یہاں گھر گھر میں شعر و ادب کی محفلیں جمتی ہیں، شعری رجحانات پر بحث ہوتی ہے اور نوجوان نسل کو بزرگ شعرا کی سرپرستی حاصل ہے۔

متحدہ عرب امارات کا شہر شارجہ اپنی ثقافتی سرگرمیوں اور ادب وفن کے فروغ کے حوالے سے ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ یہاں ہر سال ہونے والا بین الاقوامی مشاعرہ دنیا بھر میں اُردو کے دلدادہ افراد کے لیے ایک تہوار کی مانند ہوتا ہے۔

اس مشاعرے کی شان وشوکت، انتظام وانصرام اور مدعو کردہ شعرا کے معیار کا کوئی ثانی نہیں۔ یہ محض ایک مشاعرہ نہیں ہوتا بلکہ اُردو زبان وادب کی عظمتِ رفتہ کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہوتا ہے۔ شارجہ کی حکومت اسے ایک ثقافتی سفیر کی طرح پیش کرتی ہے، جہاں دنیا کے کونے کونے سے تعلق رکھنے والے شعرا اپنے کلام کے موتی بکھیرنے آتے ہیں۔ سٹیج کی رونق، سامعین کے ذوق وشوق اور میڈیا کے وسیع کوریج نے اس مشاعرے کو ایک "برانڈ" کی شکل دے دی ہے۔

جب شارجہ کے وسیع اور روشن سٹیج پر کوئی شاعر کھڑا ہوتا ہے تو وہ صرف اپنا کلام پیش نہیں کر رہا ہوتا، بلکہ وہ حسرت موہانی کی زمین سے جڑی روایت اور ان کے اسلوب کی ایک جیتی جاگتی کڑی بن کر ابھرتا ہے۔ سامعین کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ کسی فرد کو نہیں بلکہ ایک عظیم تاریخی سلسلے کو سن رہے ہیں۔

23 اگست 2025 کو شارجہ میں ہونے والے اس مشاعرے کی خاص بات صرف یہ نہیں تھی کہ یہاں پر موجود شاعر گوہرِ نایاب تھا۔ اور اس مالا کو پرونے میں معراج حیدر اور حسن کاظمی کی ادب سے پرخلوص محبت کا بہت اہم کردار ہے۔ اور اگر سچ کہا جائے تو یہاں کے سامعین بھی کسی طور کم نہ تھے۔ شعراء کو دل کھول کر داد دینے اور ان کی حوصلہ افزائی کرنے میں پیش پیش تھے۔ مشاعرہ تھوڑی تاخیر سے ختم ہوا لیکن پنڈال خالی نہیں ہوا۔ سامعین آخری لمحے تک مشاعرے میں بھرپور طریقے سے اپنی موجودگی کا احساس دلاتے رہے اور شعراء پر داد کی صورت اپنی محبتوں کو نچھاور کرتے رہے۔

آخر میں، یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ بزمِ اعظم گڑھ شارجہ کے مشاعرے میں صرف شعرا کا گروپ نہیں تھا یہ دراصل گنگا - جمنا کے خطے کی سچی لگن، شاعری کے سچے درد اور اپنی روایات سے والہانہ پیار کی ایک ایسی آماجگاہ تھی جس کی روشنی پورے عالم میں پھیلی ہے۔ یہ سفر جاری رہے، یہ دھنک اور بھی رنگین ہو، اور شارجہ و اعظم گڑھ کی دھرتی سے اٹھنے والی یہ آوازیں دنیا کے ہر گوشے میں اُردو شاعری کی شان بڑھاتی رہیں۔

کنزیومر واچ رپورٹ

ملک میں 789 ارب 92 کروڑ روپے کا ٹیکس خسارہ

سب سے بڑا خسارہ انکم ٹیکس، سیلز ٹیکس، کسٹمز ڈیوٹی اور فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی میں دیکھا گیا، آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی آڈٹ رپورٹ

آڈیٹر جنرل آف پاکستان (اے جی پی) کی مالی سال 25-2024 کی رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ ملک میں ٹیکس وصولی میں شدید کمی اور وسیع پیمانے پر اکاؤنٹنگ کی بے ضابطگیاں پائی گئی ہیں، جس کے نتیجے میں 789 ارب 92 کروڑ روپے کا ٹیکس خلا سامنے آیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق اے جی پی کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ٹیکس کی تعمیل اور نفاذ میں سنگین کمزوریاں موجود ہیں، جن میں سب سے بڑے خسارے انکم ٹیکس، سیلز ٹیکس، کسٹمز ڈیوٹی اور فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی میں دیکھے گئے ہیں۔ انکم ٹیکس کا خسارہ سب سے زیادہ 480 ارب 19 کروڑ روپے رہا، اس کے بعد سیلز ٹیکس میں 212 ارب 12 کروڑ روپے کی کمی ریکارڈ کی گئی، کسٹمز ڈیوٹی میں 40 ارب روپے کا نقصان ہوا، جبکہ فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی میں 61 کروڑ 50 لاکھ روپے کی بے ضابطگی سامنے آئی، یہ اعداد و شمار ٹیکس وصولی اور حکمرانی کے نظام میں ناکامیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ آڈیٹر جنرل نے یہ بھی بتایا کہ ایف بی آر، اسٹیٹ بینک آف پاکستان اور اکاؤنٹنٹ جنرل پاکستان ریونیو (اے جی ا?ر پی) کی جانب سے فراہم کردہ خالص آمدنی کے اعداد و شمار میں 57 ارب روپے کا فرق پایا گیا، جو کلیدی اداروں کے درمیان مالیاتی اکاؤنٹنگ میں سنگین تضادات کو ظاہر کرتا ہے۔ سب سے بڑے ریونیو نقصانات میں 167 ارب 88 کروڑ روپے کا انڈر۔کلیکٹڈ سپر ٹیکس، 149 ارب 57 کروڑ روپے کے ناقابل قبول اخراجات کے دعوے، اور 62 ارب 32 کروڑ روپے کے ناقابل وصول ٹیکس مطالبات شامل ہیں۔

دیگر خساروں میں 22 ارب 87 کروڑ روپے کا منیمم ٹیکس، 45 ارب 39 کروڑ روپے کا ودہولڈنگ ٹیکس، اور 9 ارب 66 کروڑ روپے کے ڈیفالٹ سرچارجز شامل ہیں، اس کے علاوہ، 6 ارب 52 کروڑ روپے کا سیلز ٹو ریٹیلرز پر بقایا انکم ٹیکس اور 6 ارب 79 کروڑ روپے کے مشکوک ریفنڈ کلیمز بھی ٹیکس ایڈمنسٹریشن کی جاری کمزوریوں کی عکاسی کرتے ہیں۔

رپورٹ میں یہ بھی سامنے آیا کہ آمدنی کو چھپانے سے 54 ارب 19 کروڑ روپے کا نقصان ہوا، دیگر ذرائع آمدنی پر ٹیکس نہ لگانے سے 23 ارب 28 کروڑ روپے کا نقصان ہوا، جب کہ ریٹرن جمع نہ کرانے یا تاخیر پر جرمانے نہ لگانے سے 26 ارب 59 کروڑ روپے کا نقصان ہوا۔

مزید برآں، 13 ارب 63 کروڑ روپے کے زائد ودہولڈنگ ٹیکس ایڈجسٹمنٹس، 10 ارب 68 کروڑ روپے کے مزدور ویلفیئر فنڈ کی عدم ادائیگی، اور 9 ارب 24 کروڑ روپے کے ناقابل قبول ڈپریسی ایشن اور انیشل الاؤنس کلیمز سامنے آئے۔

غیر قانونی ٹیکس کریڈٹس میں 25 کروڑ 12 لاکھ روپے عطیات کی مد میں، ایک ارب 61 کروڑ روپے سرمایہ کاری کی مد میں، اور 2 ارب 48 کروڑ روپے جنرل کلیمز کی مد میں شامل ہیں، دیگر خساروں میں بروکریج اور کمیشن انکم (2 ارب 52 کروڑ روپے)، تنخواہوں کی آمدنی (3 ارب 12 کروڑ روپے)، ڈیویڈنڈز (2 ارب 15 کروڑ روپے)، اور جائیداد کی آمدنی (ایک ارب 2 کروڑ روپے) شامل ہیں۔

غلط ٹیکس ریٹس کے باعث 2 ارب 40 کروڑ روپے کا نقصان ہوا، 80 کروڑ 57 لاکھ روپے کا متبادل کارپوریٹ ٹیکس وصول نہیں کیا گیا، اور اسیسمنٹ آرڈرز میں غیر قانونی ترامیم سے 2 ارب 55 کروڑ روپے کا نقصان ہوا۔

سیلز ٹیکس کے شعبے میں بھی بڑے خسارے ریکارڈ کیے گئے، جن میں 123 ارب 59 کروڑ روپے کی جعلی انوائسز کی بنیاد پر ناقابل قبول ان پٹ ٹیکس کریڈٹ ایڈجسٹمنٹس شامل ہیں۔

دیگر خساروں میں 8 ارب 54 کروڑ روپے ان پٹ ٹیکس کی عدم تقسیم سے اور 35 ارب 97 کروڑ روپے چھپی ہوئی فروخت سے ہوئے، مزید برآں، 7 ارب 48 کروڑ روپے کے ناقابل قبول استثنیٰ اور 5 ارب 52 کروڑ روپے غلط ان پٹ ٹیکس ایڈجسٹمنٹس سے ضائع ہوئے۔

کسٹمز کے شعبے میں بھی شدید مالی بے ضابطگیاں سامنے آئیں، جن میں 12 ارب 60 کروڑ روپے ضبط شدہ اشیا اور گاڑیوں میں، اور 9 ارب 35 کروڑ روپے غیر نقدی مالیاتی آلات میں بندھے ہوئے ہیں۔

دیگر خساروں میں 3 ارب 29 کروڑ روپے ایکسپورٹ نہ کیے گئے سامان سے، 2 ارب 27 کروڑ روپے ناقابل وصول واجبات سے، اور ایک ارب 56 کروڑ روپے ناقابل قبول استثنیٰ اور رعایتوں سے ہوئے، درآمدات کی کم قیمت ظاہر کرنے سے 86 کروڑ 67 لاکھ روپے، ایک ارب 42 کروڑ روپے، اور غلط درجہ بندی ایک ارب 16 کروڑ روپے کا خسارہ ہوا۔

97 کروڑ 39 لاکھ روپے غیر حل شدہ مقدمات، 97 کروڑ 38 لاکھ روپے عدالتوں کے مقدمات پر موثر عملدرآمد نہ ہونے، اور 42 کروڑ 73 لاکھ روپے غیر قانونی نیلامیوں کی وجہ سے نقصان ہوا، ویئر ہاؤسز میں کلیئرنس نہ ہونے والے سامان سے 25 کروڑ 36 لاکھ روپے اور غیر قانونی درآمدات سے ایک کروڑ 99 لاکھ روپے کا نقصان ہوا۔

آڈیٹر جنرل کی یہ رپورٹ پاکستان کے ٹیکس وصولی کے نظام کی سنگین صورتحال کو ظاہر کرتی ہے، جس میں متعدد شعبوں میں شدید کمزوریاں اور نظامی خامیاں پائی جاتی ہیں۔

رپورٹ اس بات پر زور دیتی ہے کہ فوری اصلاحات، بہتر نفاذ، اور سخت نگرانی کی ضرورت ہے تاکہ ان وسیع پیمانے پر ہونے والے نقصانات کو روکا جا سکے اور مالیاتی حکمرانی کو مزید مؤثر بنایا جا سکے۔

پاکستان کا ایل این جی کی درآمد کم کرنیکا فیصلہ، قطر سے مذاکرات جاری

اسلام آباد (کنزیومر واچ نیوز) وزارت پیٹرولیم کے ذرائع نے بتایا ہے کہ پاکستان اور قطر کے درمیان درآمدی ایل این جی کے معاملے پر مذاکرات جاری ہیں اور وفاقی وزیر کی سربراہی میں وفد قطر میں موجود ہے۔ وزارت پیٹرولیم کے ذرائع سے ملنے والی اطلاع کے مطابق وفاقی وزیر علی پرویز ملک کی قیادت میں وفد قطری حکام سے مذاکرات کر رہا ہے، وفد میں سیکرٹری پیٹرولیم، ایم ڈی پی ایس او، پاکستان ایل این جی، ایس این جی پی ایل حکام بھی شامل ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ طویل المدتی معاہدے کے تحت پاکستان قطر سے 108 ایل این جی کارگوز سالانہ کی بنیاد پر درآمد کرتا ہے تاہم پاور سیکٹر کی ڈیمانڈ کم ہونے سے ملک میں ایل این جی سرپلس ہو چکی ہے۔ پیٹرولیم ڈویژن کے ذرائع کا کہنا ہے کہ پاکستان قطر سے ماہانہ بنیادوں پر دو کارگوز موخر کرنا چاہتا ہے، پاور سیکٹر کے ایل این جی استعمال نہ کرنے سے ماہانہ کبھی دو کبھی چار کارگوز سرپلس ہو رہے ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ پاور سیکٹر 600 ایم ایم سی ایف ڈی درآمدی ایل این جی استعمال کرتا تھا تاہم اب یہ بھی اضافی ہو رہی ہے اور اگست میں صرف دو کارگوز استعمال کیے گئے ہیں۔ وزارت پٹرولیم قطری حکام سے مذاکرات میں سالانہ 24 کارگوز موخر کرنے کی درخواست کرے گی اور اسی کی خواہش بھی ہے، اگلے مرحلے میں قطری حکام 15 اکتوبر کو پاکستان کا دورہ کریں گے۔ جس کے بعد کارگوز ڈیلیوری پلان فائنل کیا جائے گا۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ مجموعی طور پر چھ سال میں پاکستان 150 کارگوز کو سرپلس سمجھتا ہے، جس کو کھپانے کے لیے گھریلو صارفین کے لیے گیس کنکشن پر پابندی ہٹانے کی سمری بھجوائی جا چکی ہے۔ پیٹرولیم ڈویژن کے مطابق پہلے مرحلے میں گھریلو صارفین کو 1 لاکھ 20 ہزار ایل این جی کنکشنز دیے جائیں گے، جس میں ماہانہ 10 ایم ایم سی ایف ڈی ایل این جی کھپائی جا سکے گی، جس کے بعد مزید کنکشنز کا دارومدار صارفین کے رجحان پر ہوگا۔ پیٹرولیم ڈویژن کے ذرائع نے بتایا کہ 2017 سے 2025 تک ہاؤسنگ سوسائٹیز نے محض 33 ہزار ایل این جی کنکشن لیے گئے ہیں۔ مستقبل میں کنکشن کی قیمت صارفین کو 40 ہزار روپے پڑے گی جبکہ صارفین کو سکیورٹی ڈیپازٹ کی مد میں 20 ہزار اور ڈیمانڈ نوٹس کی مد میں ہزار روپے جمع کرانے ہوں گے۔

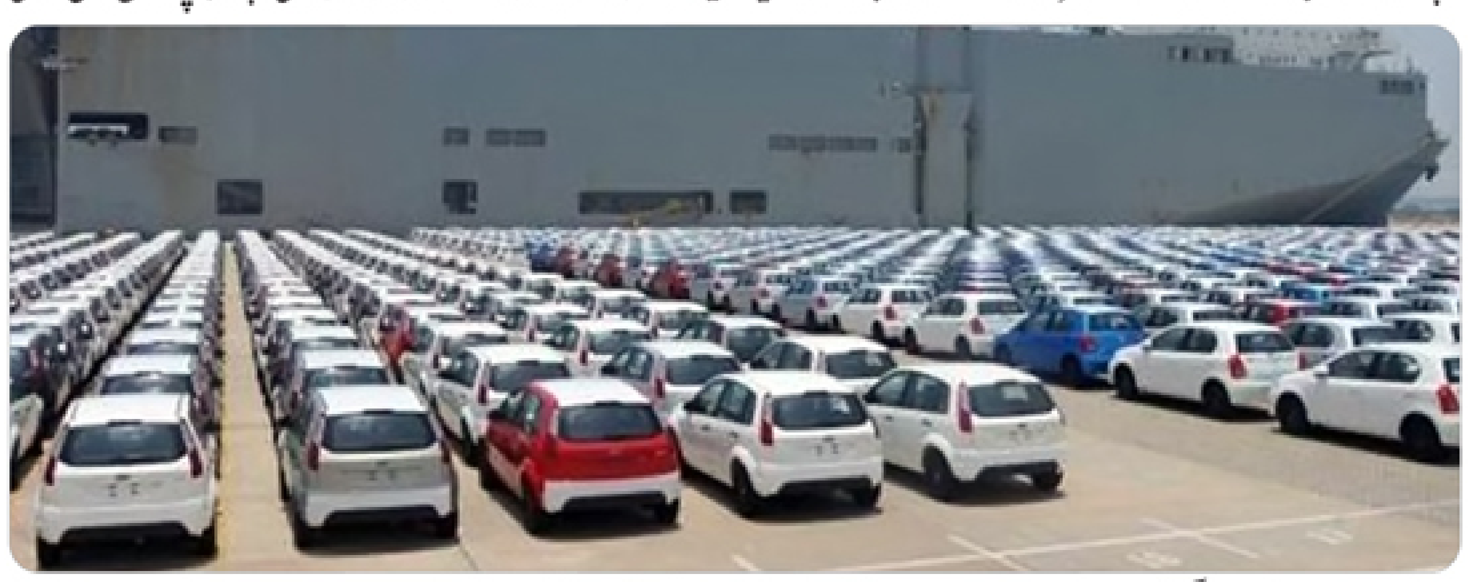

مقامی انڈسٹری کا تحفظ، درآمدی گاڑیوں کیلئے سخت اقدامات کا فیصلہ

اسلام آباد: (کنزیومر واچ نیوز) حکومت نے مقامی آٹو انڈسٹری کو تحفظ دینے کیلیے درآمدی گاڑیوں پر سخت اقدامات کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ وزارت تجارت کے جوائنٹ سیکریٹری محمد اشفاق نے سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے خزانہ و صنعت کے مشترکہ اجلاس میں بتایا کہ اگلے ماہ استعمال شدہ گاڑیوں کی تجارتی درآمد کھولنے کے وقت 40 فیصد اضافی ٹیکس نافذ کیا جائے گا، ساتھ ہی حادثاتی اور ناقص معیار کی گاڑیوں کی درآمد پر مکمل پابندی عائد کی جائے گی۔ انہوں نے بتایا کہ یہ اقدامات بین الاقوامی مالیاتی فنڈ سے طے شدہ معاہدے کے تحت کیے جا رہے ہیں تاکہ مقامی صنعت کو 40 فیصد اضافی تحفظ فراہم کیا جا سکے۔ فی الحال پاکستان میں کمرشل بنیادوں پر گاڑیوں کی درآمد کی اجازت نہیں ہے اور گاڑیاں رہائش کی منتقلی، بیگیج اور گفٹ اسکیمز کے ذریعے منگوائی جاتی ہیں۔ یہ گاڑیاں مقامی مارکیٹ کی ایک چوتھائی ضروریات پوری کرتی ہیں کیونکہ صارفین مقامی گاڑیوں کی نسبت بیرون ملک سے آنیوالی ہلکی حادثاتی گاڑیوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ آئی ایم ایف نے پاکستان کو ستمبر سے 5 سال پرانی گاڑیوں کی تجارتی درآمد کی اجازت دینے اور اگلے سال جولائی تک تمام عمر اور دیگر پابندیاں ختم کرنے کی شرط عائد کی ہے، آئندہ چار سالوں میں 40 فیصد اضافی ٹیکس بتدریج ختم کر کے زیرو کر دیا جائے گا جبکہ 6 سے 8 سال پرانی گاڑیوں کی درآمد کی بھی اجازت دی جائیگی۔ جوائنٹ سیکریٹری کے مطابق آئی ایم ایف پروگرام کے تحت پاکستان کو آئندہ پانچ سال میں اوسط درآمدی ڈیوٹیز 20.2 فیصد سے کم کر کے 9.7 فیصد تک لانا ہوں گی۔ دوسری جانب پاکستان آٹو موٹیو مینوفیکچررز ایسوسی ایشن اور پاکستان ایسوسی ایشن آف آٹو موٹیو پارٹس اینڈ ایکسسریز مینوفیکچررز نے ان فیصلوں کی مخالفت شروع کرتے ہوئے قائمہ کمیٹی کو بریفنگ دی ہے۔ انڈس موٹرز کے چیف ایگزیکٹو علی اصغر جمالی نے بتایا کہ گاڑیوں کی قیمتوں میں اضافے کی بڑی وجہ حکومت کے بھاری ٹیکسز ہیں، جو 30 فیصد سے 61 فیصد تک قیمت میں شامل ہیں، انہوں نے اعتراف کیا کہ مقامی گاڑیاں مہنگی اور معیار میں کمزور ہیں، جس پر کمیٹی اراکین نے شدید تنقید کی۔ علی اصغر جمالی نے واضح کیا کہ نجی شعبے کا کام روزگار پیدا کرنا نہیں بلکہ یہ حکومتی ذمہ داری ہے، اگر یہی پالیسیاں رہیں تو مقامی مینوفیکچرنگ کی بجائے استعمال شدہ گاڑیوں کی درآمد اور فروخت زیادہ منافع بخش ہو جائیگی۔ پاک سوزوکی کے نمائندے نے بھی کہا کہ پاکستان میں گاڑی تیار کرنا مہنگا اور محنت طلب کام ہے لہذا درآمد کرنا زیادہ آسان اور فائدہ مند ہو گیا ہے، صورتحال ظاہر کرتی ہے کہ صارفین کو فوری ریلیف ملنے کے بجائے مقامی صنعت کے مفاد کو ترجیح دی جا رہی ہے اور تجارتی درآمدات کھولنے کے باوجود گاڑیوں کی قیمتوں میں کمی کا امکان نہیں ہے۔

پاکستان کو دنیا سے جوڑنے کے مشن میں تجارتی سطح پر این ایل سی کی تاریخی کامیابی

اسلام آباد (کنزیومر واچ نیوز) پاکستان کو دنیا سے جوڑنے کے مشن میں تجارتی سطح پر این ایل سی نے تاریخی کامیابی حاصل کی ہے اور علاقائی تجارت میں نیا باب رقم کیا ہے۔ نیشنل لاجسٹک سیل (این ایل سی) اور ڈی پی ورلڈ نے متحدہ عرب امارات سے تاجکستان تک تجارتی سامان کی پہلی کامیاب ترسیل مکمل کر لی اور کھیپ تاجکستان کے دارالحکومت دوشنبے پہنچا دی۔

38 ٹن آٹو موبائل اسپیئر پارٹس کی کھیپ جبل علی پورٹ سے کراچی پہنچی تھی، جس کے بعد دبئی سے دوشنبے تک کا سفر محض 16 دنوں میں ممکن بنایا گیا۔ این ایل سی نے اپنی پیشہ ورانہ مہارت اور جدید لاجسٹکس نظام کے ذریعے اس کامیابی کو ممکن بنایا۔ این ایل سی اور ڈی پی ورلڈ خلیجی ممالک اور وسطی ایشیائی ریاستوں کے درمیان نئی راہداری فراہم کر رہی ہیں۔ تجارتی سامان کی ترسیل اقوامِ متحدہ کی بین الاقوامی روڈ ٹرانسپورٹ نظام (ٹی آئی آر) کے تحت کی گئی ہے جب کہ این ایل سی خطے میں جدید لاجسٹکس اور علاقائی رابطے کی علامت بن کر ابھرا ہے۔ وسطی ایشیائی ریاستوں کو این ایل سی پاکستانی بندرگاہوں تک مختصر ترین اور محفوظ راستہ فراہم کر رہی ہے۔ اس منصوبے کے تحت 100 ملین ڈالر کی غیر ملکی سرمایہ کاری بھی پاکستان میں لائی جا رہی ہے۔ این ایل سی اور ڈی پی ورلڈ کا اشتراک پاکستان کے بڑھتے ہوئے تجارتی کردار کی ایک تاریخی کامیابی ہے۔

چیف ایڈیٹر: شیخ راشد عالم

ایڈیٹر: نشید آفاقی

صارفین سے سرکار تک

کنزیومر واچ

CONSUMER WATCH PAKISTAN

Government of Pakistan office of the Press Registrar Islamabad Registration No.2793

H41، پی ای سی ایچ ایس، بلاک 2، کراچی فون نمبر: 021-34528802-3